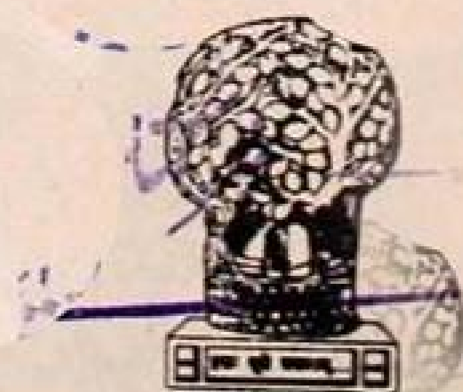
گرُونانک دیو

قومی سوانح حیات کا سلسلہ

گرونانک دیو

گوپال سنگھ

مترجم: مخمور جالندھری



نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

نئی دہلی

۰ مارچ ۱۹۶۹ء (پھاگن ۱۸۹۰)

قیمت : ۳/۲۵

سکریٹری نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا، نئی دہلی ۱۳ نے
لبرٹی آرٹ پریس دریا گنج دہلی ۶ میں چھپوا کر شایع کیا۔

ایشور کے بھگت

ڈاکٹر ایس۔ رادھا کرشنن

کے نام

بڑی محبت اور احترام و عقیدت کے ساتھ

پیغام

(از: ہز ہولی نیس دلائی لامہ آف تبت)

گرُو نانک دیو جیسی عظیم اور بزرگ ہستیاں اس دُنیا کے آلام و مصائب دُور کرنے کے لیے ہی جنم لیتی ہیں۔ وہ اپنے تیاگ اور اپنی ریاضت کی مثال پیش کر کے دُنیا کو اُلٹے راستہ سے ہٹا کر سیدھی راہ پر ڈال دیتی ہیں۔

گرُو نانک دیو نے اپنا اعجاز آفریں پیغام ایک ایسے دَور میں ہندوستان میں دیا جبکہ یہ ملک ایک بڑے تشویشناک بُحران میں سے گزر رہا تھا۔

یہ میری دلی آرزو ہے کہ اس عظیم گرُو کی یہ پیاری سوانح عمری اور بھی طویل مدّت تک بنی نوعِ انسان کے لیے مینارِ نُور کا کام دیتی رہے۔

دلائی لامہ

دھرم سالہ

۳۱، مارچ ۱۹۶۶ء

پیش لفظ

قدیم ایام ہی سے ہمارے ملک نے زندگی کے ہر شعبے میں عظیم شخصیتوں کو جنم دیا ہے۔ ہماری تاریخ ایسے بہت سے ممتاز ترین اصحاب کے ناموں سے مزیّن ہے، جنھوں نے مذہب، آرٹ، ادب، سیاست، سائنس اور دیگر میدانوں میں نمایاں اور قابلِ ذکر حصّہ ادا کیا۔ ایسی کئی عظیم شخصیتوں کا نام گھر گھر میں جانا پہچانا جاتا ہے۔ دیگر کئی شخصیوں کے نام جانے پہچانے تو ہیں مگر لوگ ان کے سوانحِ حیات سے اور ان کی تخلیقات سے واقف نہیں ہیں اور کئی عظیم شخصیتوں کا ہم نام تک نہیں جانتے ہیں۔

ہر ملک کی تاریخ بڑی حد تک اُس کے عظیم مردوں اور عورتوں کی تاریخ ہوتی ہے۔ وہی اپنے ملک کو ایک سانچے میں ڈھالتے ہیں اور اُس کی تعمیر کرتے ہیں۔ ملک کے عام شہریوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ان شخصیتوں کے بارے میں کچھ واقفیت حاصل کریں تاکہ وہ یہ سمجھ سکیں کہ ہمارے ملک نے کیسے ارتقاء کی منزلیں طے کی ہیں۔ قومی سوانح عمریوں کے سلسلے کا مقصد یہ ہے کہ عام فہم زبان میں ایسے عظیم انسانوں کی سوانح عمری پیش کی جائے۔

گرو نانک زمانۂ وسطیٰ کی ایک ممتاز ترین شخصیت ہیں۔ آپ نے ایک ایسے زمانہ میں جنم لیا جبکہ ہندوستان ایک بھیانک سماجی، سیاسی اور روحانی بحران میں سے گزر رہا تھا۔ چند صدیاں پہلے مسلمان حکمران ہندوستان آئے تھے اور بابر نے گرو نانک دیو کے عہد میں مغلیہ عہدِ حکومت کی بنیاد رکھی تھی۔

ایک نئے مذہب یعنی اسلام کی آمد نے اور اس ملک پر ان فاتحین کے سیاسی

تسلّط نے قدرتی طور پر ہمارے ملک میں رُوحانی اور سماجی اُتھل پتھل پیدا کر دی۔ یہ بات رُوحانی ردِ عمل کا باعث بنی جسے مسلمانوں کے ساتھ آنے والے نئے رُوحانی تصورات کی جانب سے پیش کیے گئے۔ چیلنج کے جواب دینے کا ایک نیا طریقہ ڈھونڈنے کے لیے ایک ذہنی کشمکش اور کوشش کہا جا سکتا ہے۔

ہمارے ہم وطنوں نے کئی پہلوؤں اور کئی ڈھنگوں سے اس چیلنج کا جواب دیا۔ گرو نانک دیو کا دیا ہوا جواب سب سے واضح اور گہرا ہے۔ ان کا یہ جواب سیاسی نقطۂ نظر سے خصوصیت کا حامل تھا کیوں کہ اس نے فکر و خیال کا ایک نیا دھارا تخلیق کیا جو ہندوستان میں مغلیہ حکومت کے لیے ایک عملی چیلنج بن گیا۔ درحقیقت گرو نانک دیو کی تعلیم اُن دو نئی تعلیمات میں سے تھی جن کی بدولت موثر سیاسی نتائج بر آمد ہوئے۔ دوسری تحریک جنوب میں مرہٹہ ہلچل تھی، جس کے قائد سوامی رام داس تھے۔

گرو نانک دیو نے پنجاب میں ۱۴۶۹ء میں تلونڈی نام کے گاؤں (اب گرو نانک دیو کے نام پر اُسے ننکانہ صاحب کہا جاتا ہے) میں جنم لیا۔ ان کے والد مہتہ کالو جو گاؤں کے پٹواری تھے اور ان کی والدہ ترپتا دونوں ہی نیک و پارسا ہندو تھے۔ اُنھوں نے بیساکھ کے پہلے نصف (نصف اپریل سے نصف مئی تک) میں جنم لیا لیکن نا معلوم وجوہات کی بنا پر اُن کا جنم کارتک میں پُورنماشی کو یعنی نومبر میں منایا جاتا ہے۔ آپ اگرچہ وہاں پیدا ہوئے تھے جسے اب پنجاب کہا جاتا ہے لیکن آپ نے اپنی متعدد تخلیقات میں ایک بار بھی پنجاب کا ذکر نہیں کیا ہے۔ آپ نے شمالی ہندوستان کی اس عوامی زبان میں پرچار کیا اور لکھا جسے سارے شمال میں سمجھا جاتا تھا اور جسے "سادھو بھاشا" کہا جاتا تھا۔ انھوں نے نہ صرف تمام ملک کا دَورہ کیا بلکہ آپ باہر بھی گئے،

اور انھوں نے تمام بنی نوعِ انسان کی محبت اور اتحاد سے متعلق اپنے پیغام کا پرچار سب کے سامنے کیا، چاہے وہ ہندو تھے، مسلمان تھے یا کسی اور مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ ذات پات اور چھوت چھات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے نزدیک صرف ایک ہی خدا تھا، ایک ہی انسان تھا۔ آپ اُس زمانہ کے دیگر رشی مُنیوں سے صرف یہ نمایاں اختلاف رکھتے تھے (مہاراشٹر میں رام داس کے سوا) کہ اُنھوں نے خدا کو پانے کے لیے ترکِ دنیا اور تیاگ کا پرچار نہ کیا بلکہ اس کے برعکس خدا کو پانے کے لیے انھوں نے دُنیا دی معاملوں میں سرگرمی سے شرکت کرنے اور کام کرنے کا پرچار کیا۔ اُن کے تصوّرات کا بیج موجودہ سکھ دھرم کے بیڑ کی صورت میں نمودار ہوا۔ آپ اگرچہ سکھوں کے گرُو ہیں، لیکن ہندو دھرم اور دیگر مذاہب میں ایسے لاکھوں لوگ ہیں جو اُن سے محبت کرتے ہیں اور اُن پر اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں "نانک پنتھی" موجود ہیں۔

ڈاکٹر گوپال سنگھ نے بڑی کامیابی کے ساتھ ہمارے لیے گرد گوبند سنگھ کی سوانح عمری قلمبند کی تھی اور اس کتاب میں انھوں نے عام فہم مگر موثر زبان میں گرو نانک دیو کی حیات کا افسانہ اور ان کا پیغام پیش کیا ہے جو بعد میں آنے والے گرُوؤں کے لیے تحریک سرکام چشمہ ثابت ہوا۔ ڈاکٹر گوپال سنگھ نے خود یہ بات بڑے مناسب انداز میں کہی ہے:۔

"اگرچہ گرو نانک دیو کے نام سے اُن کے بھگتوں نے بہت سے معجزے وابستہ کئے ہیں لیکن گرو نانک دیو ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ میں صرف ایک ہی معجزہ دکھاؤں گا کہ انسان کو یہ بات

سِکھاؤں گا کہ وہ کیسے اپنے آپ پر قابو پا سکتا ہے اور وہی کچھ بن سکتا ہے جو اُس کا مقدر ہے۔"

گرو نانک دیو کے نزدیک یہی ایک معجزہ تھا کہ زندگی بیدار ہو۔ اپنی رُوح سے آشنا ہو اور جو شخص اس طرح اپنا تکملہ کرتا ہے وہ بھی عزیزِ خدا ہوتا ہے اور ایشور کا بھگت ہوتا ہے۔"

نئی دہلی

۱۲ر جون ۱۹۶۷ء

بی۔ وی۔ کیسکر

۱

"نہ کوئی ہندو ہے نہ کوئی مسلمان ہے"

—— گرُو نانک

جب نانک پیدا ہوئے تو اُن کی دائی دولتاں نے لوگوں کو جاکر یہ بتایا کہ نانک بالغ انسانوں کی طرح ہنس رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایشور کے بھگتوں نے اُس وقت آسمان پر ایک سحر آفریں اور مترنم آواز گونجتی ہوئی سُنی۔ خاندان کے پروہت ہر دیال نے جب نانک کی پُر نور پیشانی دیکھی تو اُس نے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کیا اور نانک کی جنم پتری دیکھ کر کہا" اس عظیم انسان کے سر کے اوپر چھتر لہرائے گا اور ہندو اور مسلمان دونوں ہی اس کی تعریف کے گیت گائیں گے۔ یہی نہیں حیوان، پرندے اور جنگلی جانور اس کا نام لے کر اپنی حیوانیت کو تیاگ دیں گے۔"

چھوٹی سی عمر میں ہی نانک جی کو پڑھنے کے لیے بھیج دیا گیا۔ پہلے ایک ہندو استاد کے پاس جس نے ان کو اپنی زبان کے حروف ابجد اور ضروری حساب کتاب پڑھانا شروع کیا اور پھر ایک مولوی کے پاس جو نانک جی کو عربی اور فارسی پڑھاتا تھا۔ لیکن ایسا دکھائی دیتا ہے کہ نانک جی زیادہ دیر تک اسکول میں نہیں رہے۔ وہ قریبی جنگل میں جاتے اور سادھو مہاتماؤں سے جاکر تبادلۂ خیال کیا کرتے اور اُس وقت کے مذاہب کا علم حاصل کرتے رہتے۔ وہ خدا کی یاد میں محو رہتے۔ ان باتوں پر ان کے والدین بہت اُداس رہتے تھے کیونکہ وہ تو نانک جی کو کاروبارِ زندگی میں کامیاب دیکھنا چاہتے تھے۔

ان کے بچپن کی ان گنت کہاوتیں احترام و عقیدت کے جذبات سے بھرپور ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب ان کے ہندو اُستاد نے ان کو "اوڑا ایڑا" (الف بے) پڑھانا شروع کیا تو اُنہوں نے اپنے اُستاد سے پوچھا۔ "ان کا مطلب کیا ہے؟" استاد حیران رہ گیا۔ کیا حروف کے معانی ہو سکتے ہیں؟ ان سے تو صرف الفاظ بنتے ہیں لیکن نانک جی نے کہا —— "نہیں —— ہر حرف اپنے اندر کوئی نہ کوئی راز یا بھید چھپائے ہوئے ہے۔ "اُوڑے" (الف) کے معنی ہیں "اوہی ہے ہور کوئی ناں" (وہی ہے اور کوئی نہیں ہے) ستے (س) سوہی ہے ہور کوئی ناں" (جو ہے سو وہی ہے اور کوئی نہیں ہے) اور انھوں نے اسی طرح باقی حروف کے پوشیدہ مطلب کہہ سُنائے۔ اُستاد ہکا بکا رہ گیا۔

کہا جاتا ہے کہ راگ "آسا" میں جو نظم گرو گرنتھ صاحب کے پہلے باب میں ملتی ہے وہ انھوں نے اُسی وقت کہی تھی لیکن علماء کا یہ کہنا ہے کہ اس نظم کی زبان اتنی درست، منجھی ہوئی اور اتنی شستہ ہے اور خیال اتنا گہرا اور پختہ ہے کہ یہ نظم گرو نانک نے بڑی عمر میں تخلیق کی ہوگی۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انسان کو عقل کہن سالی میں آتی ہے؟

جب اُن کے والد مہتہ کالو نے یہ دیکھا کہ ان کا دل پڑھنے لکھنے میں نہیں لگتا تھا تو انھوں نے کہا "بیٹا۔ اگر پڑھنا نہیں چاہتے ہو تو بھینسیں ہی چرالایا کرو۔" انہوں نے اپنے والد کا حکم مان لیا اور بھینسیں چرانے کے لیے چل پڑے۔ آپ ایک برگد کے نیچے بیٹھ کر سستانے لگے اور اپنے خیالات میں محو ہو گئے۔ بھینسوں نے ایک کسان کے کھیت کو ویران کر دیا۔ وہ کسان ہرجانہ طلب کرنے لگا۔[1] تلونڈی کے مسلمان حاکم رائے بُلار نے وہ ہرجانہ ادا کر دیا اور اُس نے ان کے والد مہتہ کالو سے کہا "اپنے اس بیٹے کو ڈانٹنا نہیں۔ مجھے اس میں خدا نظر آتا

---

[1] چند مورخ یہ لکھتے ہیں کہ وہ کھیت جسے بھینسیں چر گئی تھیں نانک جی کے کہنے پر پھر سرسبز ہو گیا تھا۔

ہے۔ اسے اپنی بے خودی میں مگن رہنے دو۔"

اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک دن جب نانک بھینسیں چرانے کے لیے گئے، تو ایک درخت کی چھاؤں میں ان کی آنکھ لگ گئی اور جب چھاؤں دور ہوگئی تو ان کے چہرے پر دھوپ پڑنے لگی۔ ایک ناگ نے اپنا پھن ان کے چہرے پر پھیلا دیا۔ جب لوگوں نے یہ کرشمہ دیکھا تو کہنے لگے "دیکھو دوستو! یہ تو خدا کا کوئی ایسا رُوپ پیدا ہوگیا ہے کہ ناگ بھی اس پر چھاؤں کرتے ہیں اور ڈنک نہیں مارتے۔" لیکن یہ بات سُن کر مہتہ کالو کو اور بھی زیادہ رنج ہوا کہ اس کا اکلوتا بیٹا اپنی زندگی کو کیسے ضائع کر رہا ہے۔

خاندان کی ریت کے مطابق ایک دن نانک جی کے جنیو (زنار) پہنانے کے لیے دور و نزدیک سے خاندان کے تمام افراد کو جمع کیا گیا۔ نانک جی نے جنیو پہننے سے انکار کر دیا اور کہا "یہ کیسا جنیو ہے جو آپ مجھے پہنا رہے ہیں؟ یہ تو ختم ہو جائے گا۔ اگر مجھے جنیو ہی پہنانا ہے تو ایسا جنیو پہناؤ جو ٹوٹ نہ سکے۔ جو غلیظ نہ ہو سکے جو آگ میں جل نہ سکے اور سیلاب جس کو بہا کر نہ لے جا سکے۔"

اور جب پروہت نے یہ پوچھا کہ اس قسم کا جنیو کہاں ملتا ہے تو نانک جی نے کہا "اگر جسم کی کپاس ہو، اطمینان کا سوت ہو، رُوحانی پاکیزگی کی گانٹھ ہو اور صداقت کے اس میں بل پڑے ہوئے ہوں تو پھر ایسا جنیو مرنے کے بعد بھی رُوح کے ساتھ جاتا ہے۔"

یہ بات سُن کر اُن کے والد مہتہ کالو بہت غصے میں آ گئے۔ ان کے بیٹے نے ان کو بھری برادری میں شرمندہ کر دیا تھا۔ آخر بہت سوچنے کے بعد بزرگوں نے یہ صلاح کی کہ نانک کی شادی کر دینی چاہیے۔ اس طرح اس کا دل دنیا کی طرف راغب ہوگا۔ یہ سوچنے کے بعد ان کی شادی بٹالہ کے ایک کشتری مُولا کی بیٹی سلکھنی سے

کر دی گئی جس کے بطن سے دو بیٹے پیدا ہوئے ۔ سری چند اور لکھمی داس ۔ لیکن ان کا دل دُنیا کے رسم ورواج سے پہلے کی طرح بیزار رہا۔

یہ دیکھ کر مہتہ کالو نے ان کو کچھ روپے دے کر کہا کہ وہ دوکان کے لیے کچھ سودا سلف لائیں اور دوکاندار بن جائیں " لیکن جب نانک جی تلونڈی سے چوہڑ کانے کی منڈی میں سامان لانے کے لیے گئے تو راستہ میں چند بھوکے سادھوؤں کو دیکھ کر اپنی تمام پونجی کی خوراک خریدی اور ان سادھوؤں کو کھانا کھلا دیا۔ گھر واپس آئے تو والد نے حساب مانگا۔ انھوں نے کہا " پتا جی ــــ آپ نے مجھے کھرا سودا کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اس سے اچھا سودا اور کیا ہو سکتا تھا کہ بھوکوں کو کھانا کھلا دیا جائے " والد نے جھلّا کر اپنے خدا ترس بیٹے کے رخسار پر طمانچے دے مارے۔ لیکن یہ تھپیڑ نانک جی کو خدا کے راستہ پر زیادہ تیز گام کر گئے۔

اب عاجز آکر ان کے والد نے اُن سے کہا ــ نانک ــ اب اور کچھ نہیں تو کھیتی کا کام ہی کر لو ــــ " نانک جی نے جواب دیا " میں تن کے کھیت میں دل کو ہل چلانے والا بنا کر نیک اعمال کی کاشت کرنا چاہتا ہوں ــــ محنت و مشقت کا پانی دے کر میں اُسے اطمینان اور قناعت کے سہاگے سے ہموار کرنا چاہتا ہوں، اور اُس میں کُل عالم کے خدا کے نام کا بیج ڈالنا چاہتا ہوں اور جب فصل اُگے گی تو میرا خاندان ہی کیا تمام دنیا خوشحال ہو جائے گی۔ جو اسے کھائے گا ہمیشہ کے لیے سیر ہو جائے گا۔ پھر نہ تو کوئی دشمن رہے گا اور نہ ہی کوئی بیگانہ۔ ہر شخص ایک دوسرے سے کہے گا ــــ " واہ واہ ــ کیا مزیدار ہے۔ کتنی میٹھی ہے اور کتنی اچھی ہے۔ اور پتا جی میں جس مالک کی کھیتی کرتا ہوں وہ ہر وقت میری پرورش کرتا ہے اور وہ مجھے سب کچھ عطا کرتے ہوئے تھکتا نہیں ہے۔ چاہے میں اس کی بخشش حاصل کرتے کرتے تھک ہی کیوں نہ جاؤں "

مہتہ کالو حیران بھی ہوئے اور پریشان بھی — وہ بولے — بیٹا اپنے اس مالک کے بھید سے اُس کی کسی نشانی سے مجھے بھی تو آگاہ کرو — لوگ ہمیں طعنے دیتے ہیں کہ کالو کا بیٹا دیوانہ ہے۔ کیا کام کئے بغیر دنیا میں کسی کی گزر اوقات ہوئی ہے! تمہارا مالک نہ ہم نے کبھی دیکھا ہے نہ کسی اور نے۔ جس کی یاد میں تم ہر وقت محو رہتے ہو۔" نانک جی نے کہا — "پتا جی۔ جنہوں نے میرا مالک دیکھا ہے انھوں نے اس کی تعریف کی ہے۔ جو کوئی بھی سنتا ہے وہ کہتا ہے — کہ وہ بزرگ سے بزرگ تر ہے۔ لیکن وہ کتنا عظیم ہے یہ بات وہ خود ہی جانتا ہے۔ اگر کوئی اور اُس جیسا ہو تو میں اس سے اُس کا موازنہ بھی کروں۔ جو کوئی اُسے دیکھتا ہے اور جانتا ہے یہی کہتا ہے "اے خدا تجھ جیسا صرف تو ہی ہے۔ میں تیری حمد و ثنا بھی پوری طرح نہیں کر سکتا کیوں کہ تجھے اور تیری ساری لامحدودیت کو جاننا مجھ جیسے حدوں میں جکڑے ہوئے دل کے لیے بہت دشوار ہے۔"

جب باپ کے کہے کا کچھ اثر نہ ہوا تو ماتا ترپتا آکر ان کو سمجھانے لگیں: "بیٹا تم ہر وقت اپنے آپ میں کھوئے رہتے ہو۔ کچھ اپنے خاندان کی بھی فکر کرو۔ آج لوگ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں اور طعنے دیتے ہوئے کہتے ہیں: "ان کا بیٹا ہوش و حواس گم کئے بیٹھا ہے۔" نانک جی نے اپنی ماں کو بھی یہی جواب دیا: "اے میری اچھی ماں! تمام دنیا لالچ، حرص وہوا اور غرور سے جل رہی ہے۔ کیا آپ یہ چاہیں گی کہ میں صرف اپنے خاندان کو اس آگ میں سے بچا لاؤں اور ساری خدائی اُس الاؤ میں جلتی رہے۔"

ماں کو نانک جی کے الفاظ سے کچھ پتہ نہ چلا کہ ان کے دل میں کیسا درد اُٹھ رہا ہے اور وہ کیسی آگ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جس میں ساری خدائی جھلسی جا رہی ہے۔

بزرگوں نے مشورہ دیا "کسی وئید یا حکیم کو بلواؤ۔ وہ اچھی طرح پرکھ کے بتائے کہ نانک کو کس پُراسرار مرض نے آدبوچا ہے"۔ جب وئید آیا تو اس نے نانک جی کی نبض پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ نانک جی مسکرائے اور بولے "آپ کیسے وئید ہیں کہ روح کے روگ کو کلائی میں ٹٹول رہے ہیں"۔ جب وئید نے یہ پوچھا "آپ کی روح کو کیا بیماری ہے؟" تو نانک جی نے جواب دیا۔

"اے وئید! مجھے ایک دکھ تو یہ ہے کہ میں اپنے باطن سے بچھڑا ہوا ہوں۔ اور یہ بھوک میرے اندر چمک رہی ہے کہ میں اپنے آپ میں جذب ہو کر ایک ہو جاؤں۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ جسم کو ان مانگے روگ آ کر جکڑ لیتے ہیں اور زندگی کا یہ کھیل بہت مختصر سا ہے اس لیے ڈر لگتا ہے کہ مجھے اپنے آپ سے آ ملنے کا ایسا وقت ایک ہی زندگی کی بہار میں ملے گا تاکہ میں اس سے پھر کبھی جُدا نہ ہونے پاؤں"۔

جب وئید نے پوچھا کہ انسان کی روح کو یہ روگ کیسے آ لگتا ہے تو نانک جی نے بڑی سنجیدگی سے کہا "نجی راحت کی بھوک سے، سُکھ اور راحت کی زندگی ہی رُوح کی بیماری بن جاتی ہے اور اسے جان بوجھ کر دوسروں کے لیے دُکھ اُٹھانے کے ذریعہ ہی دُور کیا جا سکتا ہے"۔

وئید نے یہ سن کر نمسکار کیا اور کہا کہ "نانک جی کے روگ کا مداوا خود ان کے اپنے اندر موجود ہے۔ میرے پاس نہیں ہے"۔

یہ دیکھ کر ان کے والد اور بھی مایوس ہو گئے اور کہنے لگے "کیا تم ان کی عزّت اور آبرو کا بھی خیال نہیں رکھو گے جنھوں نے تم کو جنم دیا ہے"۔ نانک جی نے کہا "مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کے سوا میرا باپ کون ہے اور میری ماں کون ہے۔ اور میں کہاں سے اور کیوں اس دھرتی پر آیا ہوں۔ کیسے پانی کی ایک بوند نے مجھے ماں کے بطن میں تشکیل دی ہے۔ یہ تو میرا خالق ہی جانتا

ہے۔ ہاں لیکن ایک کھد بدسی ہر وقت میرے دل میں لگی رہتی ہے جو مجھ سے یہ کہتی ہے کہ جب تک تو اپنے خالق کے روبرو اپنا تمام وجود بھینٹ نہیں چڑھائے گا تب تک تجھے دل کا چین نصیب نہیں ہوگا۔"

یہ سنکر سب نے مشورہ دیا کہ نانک جی کو اپنا ماحول تبدیل کر لینا چاہیے۔ اُن کا بہنوئی جے رام سلطان پور میں نواب دولت خاں کے یہاں رہتا تھا۔ نانک جی کو ان کے پاس بھیجنے کی بات سوچی گئی۔ نانک جی نے کہا "جیسی بھی میرے خدا کی رضا ہو۔ وہ مجھے جہاں بھیجے گا۔ میں وہاں چلا جاؤں گا۔ وہ مجھ سے جو کام کروائے گا کروں گا۔" اُن کی بیوی اپنے دو بچوں کو لیے ہوئے ان کے پاس آئی اور رونے لگی۔ کہنے لگی "میرا کیا بنے گا؟ ان معصوم بچوں کو کس کے دامن سے باندھ چلے ہو؟"

نانک جی نے بیوی کو دلاسہ دیا اور بچوں کی پیشانی اور رخسار پر بوسے دئے اور بولے "مالک آپ سب کی حفاظت کرے گا۔ وہی ہم سب کی پرورش کرتا ہے۔ اگر مجھے کوئی اچھا روزگار مل گیا تو میں آپ کو بھی اپنے پاس بلا لوں گا۔ جب تک اُس سچے مالک سے لَو لگانا۔ جو ہم سب کی ہر جگہ حفاظت کرتا ہے۔"

جب نانک جی سلطانپور پہنچے تو جے رام نے نواب کے مودی خانے میں ان کو رسد تولنے کی ملازمت دلوادی۔ لیکن لوگ کہتے ہیں کہ جو رسد ان کو اپنے گزارے کے لیے ملتی تھی وہ اُسے فقیروں میں بانٹ دیتے تھے اور جب رسد تولتے ہوئے تیرہ کی گنتی تک پہنچتے تھے تو "تیرا۔ میں تیرا" کہتے ہوئے بیخود ہو جایا کرتے تھے۔ لوگوں نے جاکر نواب صاحب سے شکایت کی کہ نانک دونوں ہاتھوں سے مودی خانہ لُٹا رہا ہے۔ لیکن جب پڑتال کی گئی تو حساب ٹھیک نکلا۔ اتنے میں ایک دن نانک جی قریب بہتی ہوئی ندی میں نہانے کے لئے گئے تو تین دن تک لوٹ کر نہ آئے۔ نواب صاحب نے ان کی تلاش میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی،

مگر ان کا کچھ پتہ نہ چلا۔ قدیم "جنم ساکھی" میں لکھا ہے کہ نانک جی اپنی محویت کے عالم میں خدا کے سامنے حاضر ہوئے تو خدا نے وفورِ رحم وکرم میں ان کو ایک پیالہ عطا کیا اور کہا۔ نانک جی ـ یہ پیالہ تم بھی پیو اور جا کر دُنیا کو بھی پلاؤ۔ آج تم پر بڑی نوازش کر رہا ہوں۔ جو تمہارا نام لے گا اس کا شعور بیدار ہو جائے گا۔ کیونکہ میرا نام پرمیشور ہے اور تمہارا نام گورُو پرمیشور ہوگا۔"

ان کی سمادھی ٹوٹی۔ مگر ان کی سُرخ سُرخ آنکھوں نے اب ایک دُنیا ہی منظر دیکھا۔ اُن کے بدن پر صرف ایک لنگوٹی تھی۔ نانک جی مستی کے عالم میں سلطان پور واپس چل دئے۔ اب ان کے لبوں پر ایک انوکھا نعرہ تھا "نہ کوئی ہندو نہ مسلمان"۔ شہر میں ایک ہنگامہ بپا ہو گیا کہ یہ کون ہے جو مسلمانوں کی حکومت میں اور ہندووں کے شہر میں دونوں کی توہین کر رہا ہے؟ قاضی نے ان کو پکڑ منگوایا اور پوچھا "نانک تم یہ کہتے ہو کہ تمھیں یہاں نہ کوئی ہندو دکھائی دیتا ہے نہ مسلمان تو پھر تم کون ہو؟" نانک جی نے جواب دیا۔

"اگر میں اپنے آپ کو ہندو کہتا ہوں تو وہ مجھے مار ڈالیں گے، مگر میں مسلمان بھی نہیں ہوں۔ میں پانچ عناصر کا بنا ہوا پتلا ہوں۔ اور نانک میرا نام ہے۔"

قاضی نے نواب سے شکایت کی کہ نانک نے اگر یہ پرچار جاری رکھا تو ملک میں ہلڑ مچ جائے گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نانک دیوانہ ہو گیا ہے اور اسے نیک و بد کی کوئی تمیز نہیں رہی۔ نواب نے نانک جی کو بلایا اور پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔

"کوئی کہتا ہے کہ میں دیوانہ ہوں اور کوئی کہتا ہے کہ میرے قدم لڑکھڑا رہے ہیں۔

کوئی کہتا ہے کہ میں آدمی ہوں۔ غریب اور حقیر۔ لیکن میں تو اپنے شاہ
یعنی اپنے خدا کا شیدائی ہوں اور اس کے سوا میں کسی کو نہیں جانتا۔
کسی کو بھی نہیں"۔

نانک جی نے مزید کہا کہ میں دیوانہ ضرور ہوں لیکن یہ دیوانگی مجھے خدا کے خوف نے عطا کی ہے تاکہ میں اس دُنیا میں اُس کے سوا کسی اور کو بالکل نہ دیکھوں اور اُس کی طرف سے جو کچھ بھی میسر آئے راضی بر رضا ہوں۔ اور اپنے آپ کو سب سے بُرا اور باقی سب کو اپنے آپ سے اچھا سمجھوں"۔

پھر قاضی نے کہا: "ہو سکتا ہے کہ ہندو اپنے مذہب کو چھوڑ چکے ہوں اور یہاں تمھیں کوئی سچا ہندو دکھائی نہ دیتا ہو لیکن مسلمانوں کے بارے میں ایسی بات کہنا اور سوچنا بھاری غلطی ہے"۔

نانک جی مسکرائے اور کہنے لگے "۔ اے سادہ لوح قاضی۔
اگر کسی کے لیے رحم و کرم مسجد ہو، اعتقاد جا نماز ہو اور ایمانداری اور
دیانت کی زندگی قرآن ہو۔ عجز و انکسار سنّت ہو، پرہیز گاری روزہ ہو
تو اُسے مسلمان کہا جا سکتا ہے۔ نیک اعمال کعبہ کی زیارت ہوں، اگر سچ
رہنما ہو اور خدائے رحیم و کریم کی نماز ادا کی جائے اور خدا کی رضا تسبیح ہو تو
خدا ایسے شخص کی لاج ضرور رکھے گا"۔

قاضی یہ سُن کر اور بھی زیادہ برہم ہوا۔ وہ کہنے لگا "ہم تو ہر روز پانچ نمازیں ادا کرتے ہیں۔ اور وہ بھی خدا کے حضور میں کھڑے ہو کر۔ تم کیا جانو کہ ان میں کیا راز پوشیدہ ہے، اور ہم اس کے صلے میں خدا کی بارگاہ میں بخشے جائیں گے اور جو لوگ ہمارے مذہب کے معتقد نہیں ہوں گے ان کو جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا"۔

نانک جی نے جواب دیا: "میں بھی دن میں پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہوں، ایک

سچ کی، دوسری حق حلال کی کمائی کی تیسری خدا کے فضل و کرم کی، چوتھی نیت اور ایمانداری کی۔ اور پانچویں خدا کی حقیقی یاد کی۔ ان سے عظیم تر کوئی نماز نہیں ہو سکتی۔"

قاضی نے کہا: "میرے ساتھ نماز پڑھ کر دیکھو۔ تمھیں خود ہی فرق معلوم ہو جائے گا۔"

نانک جی نے کہا: "اچھی بات ہے۔ جیسی خدا کی مرضی۔ مجھے یہ بھی منظور ہے۔"

جب قاضی مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگا تو نانک جی ایک طرف کھڑے ہو گئے اور مسکرانے لگے۔ نماز ختم ہوئی۔ قاضی نے نواب صاحب سے شکایت کی "حضور۔ جب ہم نماز ادا کر رہے تھے تو نانک ہم پر آوازے کس رہا تھا اور ہمارا مذاق اُڑا رہا تھا۔" لیکن نانک جی نے جواب دیا: "نواب صاحب۔ میں نے مذاق ضرور اُڑایا تھا، کیونکہ جب قاضی جی نماز ادا کر رہے تھے تو ان کا دھیان اپنی گھوڑی کی طرف تھا جس کے ہاں نیا نیا بچہ پیدا ہوا ہے۔ قاضی جی کو یہ اندیشہ ستا رہا تھا کہ بچھیرا کہیں کنوئیں میں نہ جا گرے۔" قاضی یہ بات سن کر بہت شرمندہ ہوا اور جھلا کر خاموش ہو گیا۔

نواب صاحب کو نانک جی کی بیدار روح کا کچھ علم ہو چکا تھا۔ اُنہوں نے بہت سمجھایا کہ نانک جی کو اُن کی ملازمت ترک نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن نانک جی نے کہا: "اب میں اُس مالک کی ملازمت کروں گا جس کے روبرو تمام کائنات، کوہ و دشت، پرندے اور جانور، دیوی دیوتا، پیغمبر اور اولیا ہاتھ باندھے ہوئے سرنگوں کھڑے ہیں۔ میں اب جو کچھ بھی مانگوں گا اُس سے مانگوں گا تا کہ اس کی عطا اور بخشش کے بعد مجھے کسی چیز کی بھوک نہ رہے۔"

یہ کہہ کر نانک جی مردانے (جولیہاں ان کے ساتھ ہو لیا تھا) کو لیے ہوئے جو رباب بجایا کرتا تھا جنگل کی طرف چل پڑے۔ اور وہاں فقیروں کی صحبت میں رہنے لگے۔

۲

اے انسان اپنے خدا سے مکر و فریب نہ کر

—— گرُو نانک

مردانے کو ساتھ لیے ہوئے نانک جی ویران اور سنسان جنگل میں سے گزرتے ہوئے (نانک جی کا نام اب گرو کے نام سے مشہور ہو چکا تھا) پنجاب کے جنوب مغربی علاقے میں گھومتے رہے۔ وہ کہیں بھی قیام نہیں کرتے تھے۔ جب راہ میں کوئی بستی آتی تو وہ اس سے کنارہ کرتے ہوئے گزر جاتے۔ وہ جنگل کے بیر اور پھل کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتے۔ مردانے کو گرو کی یہ بات بڑی غم انگیز معلوم ہوتی تھی کہ اسے کھانے کے لیے اچھے پکوان نہیں ملتے تھے۔ کیونکہ ہر شہر میں ان کے معتقد اور مرید آنکھیں بچھائے ہوئے نذرانہ دینے کے لیے منتظر بیٹھے رہتے تھے۔ گرو جی نے مردانے کو بہت سمجھایا کہ سادھو اور درویش کو اپنے کھانے کا سامان خود فراہم کرنا چاہیے اور بھینٹ یا نذرانے کی خوراک نہیں کھانی چاہیے۔ لیکن مردانے پر اس ہدایت کا زیادہ اثر نہ ہوا۔

ایک دن مردانے نے بہت ضد کی تو گرو نانک نے اسے شہر میں جانے کی اجازت دیدی۔ وہاں جب لوگوں نے یہ سنا کہ ایک خدا رسیدہ بزرگ آئے ہوئے ہیں تو انھوں نے اس کی خوب خدمت کی۔ اسے بڑے احترام کے ساتھ بٹھایا۔ خوب جی بھر کے اسے کھلایا اور پلایا۔ انواع و اقسام کی مٹھائیوں اور دیگر سوغاتوں سے اسے لاد دیا۔ جب وہ تمام چیزیں لیے ہوئے سنسان جنگل میں گرو جی کے پاس پہنچا تو وہ مردانے کو دیکھ کر

مسکرائے اور بولے ۔" ہم تو گرہست آشرم میں رہتے ہوئے تیاگ کا اُپدیش دیتے ہیں، لیکن تم نے تیاگ کے راستہ پر چل کر اتنا لالچ کیوں کیا؟ ان تمام چیزوں کو پھینک دو۔ مردانے نے وہ چیزیں پھینک تو دیں لیکن اس نے اس بات کا بہت بُرا مانا اور پوچھا "اے شہنشاہ ۔ جب کوئی کسی حاجت مند کو خیرات دیتا ہے تو کیا وہ خدا کو پالیتا ہے ۔؟" گرو نانک نے جواب دیا ۔" مردانے ۔ بھوکوں ننگوں کی خدمت کی جائے تو خدا خوش ہوتا ہے ۔ لیکن جو کوئی بھی کچھ دے وہ اپنی حق حلال کی کمائی میں سے دے اور جو کوئی لے اپنی ضرورت سے زیادہ نہ لے ۔ زیادہ لالچ نہ کرے ۔"

وہ چلتے چلتے بادشاہ کے علاقہ کے ایک شہر کے قریب سے گزرے ۔ وہاں ایک مسلمان شیخ جس کا نام سجن تھا راستے میں مصلّا بچھائے بیٹھا تھا ۔ اس کے ہاتھ میں مومنوں کی تسبیح تھی ۔ اُس نے اپنی آنکھیں بگلے کی طرح موند رکھی تھیں ۔ وہ کبھی کبھار ہی اپنی آنکھیں کھولتا تھا ۔ یعنی اُس وقت جب کوئی شکار اُدھر سے گزرتا تھا ۔ اس نے ایک مندر اور ایک مسجد بنوا رکھی تھی ۔ اگر کوئی ہندو مسافر اُدھر سے گزرتا تو منت سماجت کر کے اُسے مندر میں اور مسلمان راہگیر کو مسجد میں ٹھہرایا جاتا ۔ اور جب رات کو مسافر کی آنکھ لگ جاتی تو وہ ٹھگ اُس کا گلا کاٹ دیتا اور اُسے لوٹ لیتا ۔

جب اُس نے گرو نانک اور مردانے کو دیکھا تو وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا "ان کی خوب آؤ بھگت کرنی ہوگی ۔ جیسے بھی ہو ان کو رات یہاں بسر کرنے پر مجبور کیا جائے ۔ ان کے چہرے پر ایک عجیب قسم کی روشنی ہے ۔ مجھے تو یقین ہے کہ یہ امیر زادے ہیں ۔ ان کے پاس سونا چاندی اور ہو سکتا ہے کہ ہیرے موتی بھی ہوں ۔ انھوں نے لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے فقیروں کا بھیس بدل رکھا ہے ۔"

گرو نانک دیو اور مردانا اُن کی منت سماجت پر وہاں رک گئے ۔ اُس شیخ کے آدمیوں نے دن بھر مہمانوں کی خوب خدمت کی ۔ جب رات ہوئی تو سجن نے اُن سے کہا " اب آپ

جا کر سو جائیے۔ تاکہ ہم بھی کچھ آرام کر سکیں۔ مہمانوں کے سو جانے پر ہم اس تکیہ میں نہیں سویا کرتے۔" گرو نانک نے اُس کی حرص آلود آنکھوں میں جھانک کر دیکھا اور کہا، "جیسی خدا کی مرضی ——— لیکن ہم ایک شبد (دعائیہ گیت) اُس خدا کی حمد و ثنا میں گا کر ہی آرام کریں گے۔" سجن نانک جی کی نور آفریں آنکھوں کی طرف دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا اور بولا۔ "آپ کا کرم ہوگا۔"

گرو نانک نے مردانے سے کہا۔ "رباب اُٹھاؤ۔"

جب مردانے کی تیز و طرار انگلیاں رباب کے تاروں پر چلنے لگیں تو رباب کے خفتہ تاروں سے "سوہی راگ" کا نغمہ پھوٹ پڑا۔ گرو نانک نے شبد پڑھا۔

"اے سجن۔ کانسی کا برتن اوپر سے کتنا چمکتا ہے لیکن جتنی بار اُسے دھویا جائے اندر سے میل ہی میل نکلتا ہے۔ حویلی کے باہر چاہے کتنی ہی مینا کاری کیوں نہ کی جائے۔ اگر اندر سے وہ منہدم ہے تو وہ کسی کام نہیں آئے گی۔ ایک بگلا ایک بھگت کی طرح دریا کے کنارے پر آنکھیں بند کر کے ایک ٹانگ کے بل پر جا کھڑا ہوتا ہے۔ لیکن اس کا کام تو کیڑے مکوڑے کھانا ہوتا ہے۔ "سمل" کا پیڑ کتنا اونچا ہے لیکن اُس کا پھل پھیکا اور پھول بے کیف ہوتا ہے۔ اس کے نیچے چھاؤں بالکل نہیں ہوتی اور اُس کے پتے بھی کسی کام نہیں آتے۔ اس درخت کی اونچائی کو کوئی کیا کرے۔"

جب سجن نے دل کو ٹٹولنے والا یہ شبد سُنا تو اس کے باطن میں ہلچل مچ گئی۔ اس کے باطن میں کوئی خوابیدہ چیز بیدار ہو گئی۔ اور وہ گرو کے قدموں میں آگرا۔ "حضور ——— مجھے اپنے نام کی خاطر بخش دیجئے۔ مجھے یہ بتائیے کہ میرے دل پر گناہوں کی جو تہہ جم گئی ہے وہ کیونکر اُترے گی؟" گرو نانک نے کہا۔ "اے بندۂ خدا!

تم نے جو کچھ کسی کا مال لوٹا ہوا ہے میرے سامنے غریبوں میں لٹا دو۔" سجن اس وقت کسی ترنگ میں تھا۔ کسی انوکھے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ گرو کے وہ چھوٹے چھوٹے جملے تھے یا تیر تھے کہ اُس کے دل میں اُترتے جا رہے تھے لیکن اُن سے جو تکلیف ہو رہی تھی اُس میں بے پناہ لذت تھی۔ سجن نے اپنی ساری لُوٹ کی کمائی غریبوں میں بانٹ دی اور گرو کے نام کا وِرد کرنے لگا۔ گرو نانک نے سکھ دھرم کی پہلی اساس اس جگہ رکھی اور سجن کو خدا کا عبادت گزار بندہ بنا دیا۔ وہ یہاں سے آگے بڑھے۔ جو کوئی بھی سجن کی اس تبدیلیٔ دل کے بارے میں سنتا وہ بول اٹھتا "گرو نانک دیو نے یہ ایک لامثال معجزہ دکھایا ہے"

وہ یہاں سے سیدپور پہنچے (جسے آجکل ایمن آباد کہا جاتا ہے) وہاں انھوں نے بڑھئی لالو کے گھر میں قیام کیا۔ لالو خدا رسیدہ انسان تھا۔ جو کھونٹے تراش کر اپنی گزر اوقات کیا کرتا تھا۔ وہاں کا حاکم ملک بھاگو تھا جس نے ایک بھاری ضیافت کا انتظام کر رکھا تھا جس میں شرکت کے لیے اس نے دور دور سے سادھو مہاتما اور مہنت بلوا رکھے تھے۔ جب اُس نے یہ سنا کہ گرو نانک بھی ایک مشہور خدا رسیدہ بزرگ ہیں تو اُس نے ان کو بھی دعوت نامہ بھیج دیا لیکن گرو جی نے ضیافت میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ ملک بھاگو جلال میں آ گیا اور غصے سے لال پیلا ہو کر بولا "اُس کی یہ مجال۔ کشتری کا بیٹا ہو کر ایک نیچ اور اچھوت کے گھر ذلیل کھانا کھا سکتا ہے لیکن مجھ جیسے اونچی ذات والے کے پکوان اُسے قبول نہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ کیونکر انکار کر سکتا ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے اپنے قاصدوں کو حکم دیا کہ وہ نانک جی کو پکڑ کر لے آئیں۔ اگر وہ آنے سے انکار کریں تو اُن کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انھیں حاضر کریں۔ جب قاصد یہ پیغام لے کر گرُو کے پاس پہنچے تو گرُو نے یہ سوچ کر کہ یہ ایک اچھا موقع میسّر آ رہا ہے ان کے ساتھ ہو لیے۔ لیکن انہوں نے ملک کے گھر پہنچ کر کچھ کھانے سے انکار کر دیا۔

"کیوں؟" ملک بھاگو نے غصہ سے کانپتے ہوئے کہا "پہلے تو تم ایک شوُدر کا

دروازہ چھوڑ کر آتے ہی نہیں تھے - اب جو میں نے تمہیں پکڑ منگوایا ہے تو تم میرے بھوجن کو منہ تک لگانے کے لیے تیار نہیں ہو۔ تم مجھے تمام دُنیا کے سامنے ذلیل کرنا چاہتے ہو۔" گروجی نے جواب دیا "ملک جی ــ میں دیدہ و دانستہ ایسا نہیں کر رہا ہوں۔ تمہارے ظلم وجور کی کمائی اور خون سے لتھڑی ہوئی روٹی حلق کے نیچے سے نہیں اُتر سکتی۔ میں مجبور ہوں - میں تو لالو کے گھر کا دودھ پینے کا عادی ہوں جو اپنا خون پسینہ ایک کرکے اپنی روزی پیدا کرتا ہے۔"

"خون سے لتھڑی ہوئی روٹی ؟" بھاگو نے کہا "میری روٹی خون کی روٹی ہے اور اُس شودر کی گائے کے تھن میں دودھ ہے ؟ تمہاری یہ مجال ــ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اُسے ثابت کر کے دکھاؤ ورنہ کڑی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

کہتے ہیں کہ گرو نانک نے ایک ہاتھ میں "کودھرے" کی روٹی اور دوسرے میں بھاگو کا پکوان تھام لیا۔ لوگ بہت حیرت زدہ ہوئے جبکہ انھوں نے پہلے ہاتھ سے دودھ اور دوسرے ہاتھ سے خون ٹپکتا ہوا دیکھا۔

ملک بھاگو یہ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوا۔ یہ بات چارسو آگ کی طرح پھیل گئی کہ نانک کے نام کا ایک گرو نمودار ہوا ہے جو ذات پات اور طاقت کے نشہ میں چور لوگوں کا غرور توڑ کر رکھ دیتا ہے۔

یہاں سے گروجی کوروکشیتر گئے جو ہندوؤں کا ایک عظیم تیرتھ استھان ہے۔ یہیں قدیم زمانہ میں کوروؤں اور پانڈوؤں کے درمیان جنگ ہوئی تھی اور یہیں بھگوان کرشن نے گیتا کا اُپدیش دیا تھا۔

یہاں کنبھ کے میلہ پر لوگوں کا بھاری ہجوم جمع تھا۔ گروجی کے ایک پریمی نے ان کو ہرن کا گوشت بھینٹ کیا۔ گروجی کسی کے نذرانے کو ٹھکرایا نہیں کرتے تھے جب ہرن کا گوشت ہنڈیا میں پکایا گیا تو پانڈے گرو صاحب پر ٹوٹ پڑے۔ غصہ

میں لرزتے ہوئے انہوں نے پوچھا "اس پاکیزہ مقام پر اور سورج گرہن کے اس مقدس دن کو آپ گوشت پکا کر اس جگہ کو ناپاک کیوں کر رہے ہیں؟" گرو جی نے جواب دیا "ماس، (گوشت) اور گھاس کا جھگڑا فضول ہے۔ ایسا کھانا پینا اور پہننا گناہ ہوتا ہے جو دل میں برے خیالات پیدا کرے اور بدن میں کسی قسم کی تکلیفیں پیدا کر دے۔ انسان تو خود بھی گوشت کا لوتھڑا ہے۔ گوشت میں پرورش پاتا ہے اور گوشت ہی سے جنم لیتا ہے۔ گوشت کے بنے ہوئے تھنوں پر جس سے دودھ رستا ہے، اس کا بچپن پلتا ہے۔ اور پھر وہ گوشت ہی سے شادی کرتا ہے۔ اور گوشت ہی دیویوں پر چڑھایا جاتا ہے اور اگر ہم زندگی کی بات کریں تو کیا پانی میں زندگی نہیں۔ یہ تمام کائنات کو زندگی بخشتا ہے۔ کیا پھول پات، برگ و گیاہ اور پودوں میں زندگی نہیں؟ وہ بھی انسان کی طرح محبت کرتے ہیں۔ سانس لیتے ہیں۔ پھلتے پھولتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں۔ دیویوں کو خوش کرنے کے لیے گینڈا مار کر یگیہ کیا جاتا ہے۔ اور ان لوگوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو گوشت نہیں کھاتے لیکن آدمی کا خون پینے سے گریز نہیں کرتے۔ ٭

٭ اصل شبد یوں ہے :-

موہ ماس کا جیجہ ماس کی ماسے اندر ماس
وڈا ہو یا دیا ہیا گھر لے آیا ماس
ماس ماس کر مورکھ جھگڑے گیان دھیان نہیں جانے
کون ماس کون ساگ کہاوے کس یہہ پاپ سمانے
گینڈا مار ہوم جگ کیے دیوتیاں کی بانے
ماس چھوڈ بیس نک پکڑے راتی مانس کھانے
ماسوں نمے، ماسوں جمے، ہم ماسے کے بھانڈے
گیان دھیان کچھ سوجھے ناہیں چتر کہاوے پانڈے

یہ سُن کر بہت سے لوگوں نے یہ سمجھا کہ گرو نانک ایک گمراہ فقیر ہیں۔ ان سے جھگڑنا بیکار ہے۔ لیکن جو لوگ کچھ زیادہ عقلمند تھے گُرو جی کے دلائل کے قائل ہو کر سکھ بن گئے۔ اور وہ گرو گرو کا ورد کرنے لگے۔

یہاں سے گرو جی پانی پت گئے۔ وہاں ایک بہت بڑے صوفی بزرگ رہتے تھے جن کا نام شاہ شرف تھا۔ گرو نانک نے اس وقت فقیروں جیسے نہیں عام انسانوں جیسے کپڑے پہن رکھے تھے۔ یہ دیکھ کر شاہ شرف نے پوچھا: "فقیر ہو کر عام انسانوں جیسا لباس آپ نے کیوں پہن رکھا ہے۔ اور اپنا سر کیوں نہیں منڈوایا؟" گرو جی نے جواب دیا۔ دل منڈوانا چاہیے —— سر نہیں —— اور مٹی کی طرح سراسر عجز و انکسار ہو جانا ہی دل کے بال اُتارنے کا سچا راستہ ہے۔" انھوں نے اپنے لباس کے بارے میں کہا "جو انسان خدا کے در پر آگرتا ہے اور اپنی تمام آسائشوں اور لذتوں کو ترک دیتا ہے وہ جو بھی لباس پہن لے خدا اُسے قبول کر لیتا ہے۔"

گرو نانک نے مزید کہا: "درویش کی ٹوپی اور جبّہ یہی ہے کہ وہ علمِ الٰہی کو اپنے دل میں سمو لے۔ جو کوئی بھی اپنے دل پر قابو پا لیتا ہے، دکھ اور سکھ کو برابر جانتا ہے اور ہر وقت قانع رہتا ہے اُسے ہر لباس زیب دیتا ہے۔"

جب شاہ شرف نے پوچھا: "آپ کی ذات کیا ہے، مذہب کیا ہے۔ گزر بسر کیونکر ہوتی ہے؟" تو گرو جی نے جواب دیا: "میرا مذہب ہے —— حق و صداقت کا راستہ۔ میری ذات وہی ہے جو آگ اور ہوا کی ہے۔ جو دوست اور دشمن کو ایک جیسا سمجھتی ہیں، اور میری بود و باش ایک درخت اور زمین کی طرح ہے۔ کیونکہ مجھے کتنا ہی کیوں نہ کاٹا جائے اور کتنا ہی کیوں نہ کھودا جائے میں یکساں اور برابر رہتا ہوں —— دریا کی طرح مجھے بھی اس بات کی پروا نہیں کہ مجھ میں کوئی پاکیزہ پھول پھینکتا ہے یا کوڑا کرکٹ پھینکتا ہے۔ اور میں اس شخص کو زندہ سمجھتا ہوں جو چندن کی لکڑی کی طرح ہر وقت خوشبو سے بھرا رہے۔"

یہ سُن کر شاہ شرف نے پوچھا: "درویش کون ہے؟"

گروجی نے جواب دیا: "جو جیتے جی مرجائے۔ جو جاگتے ہوئے بھی سویا رہے، اور جان بوجھ کر اپنے آپ کو لٹاتا رہے۔ جو کبھی غصّے میں نہ آئے۔ جو گھمنڈ نہ کرے۔ جو خود تکلیف نہ پائے اور کسی کو تکلیف نہ دے۔ جو پُر امید ہوتے ہوئے بھی مایوس رہے۔ جو ہر وقت خدا کی یاد میں مگن رہے۔ جو وہی کچھ سُنے جس میں خدا بول رہا ہو اور جو اُسے ہی ہر جگہ دیکھتا ہو۔ اور جسے اس کے سوا کچھ بھی دکھائی نہ دے۔"

شاہ شرف یہ جواب سُن کر بہت خوش ہوئے۔ وہ گروجی کے قدموں پر گر پڑے اور گروجی کے ہاتھ پر بوسہ دیتے ہوئے بولے: "اے بندۂ خدا — آپ سے یہ سوال پوچھنا ہی کفر تھا۔ آپ کے دیدار سے مجھے خدا کے دیدار ہوئے ہیں۔"

یہاں سے گروجی ہردوار جا نکلے۔ اس عظیم تیرتھ استھان پر عام رسم کے مطابق ایشور کے بھگت گنگا میں نہاتے ہوئے چلّو میں پانی لے کر مشرق کی طرف اُچھالتے تھے۔ جب پوچھا گیا تو بتایا گیا کہ یہ پانی مرنے والے بزرگوں کو دیا جا رہا تھا۔ تاکہ دوسری دُنیا میں ان کی زندگی ٹھنڈی اور آسودہ رہے۔ یہ سنکر گروجی نے پانی مغرب کی طرف اُچھالنا شروع کر دیا۔ لوگ ہنسنے لگے۔ کیا کسی نے کبھی مغرب کی طرف بھی پانی اُچھالا ہے؟ گروجی نے جواب دیا: "میرے کھیت یہاں سے مغرب کی طرف پنجاب میں ہیں۔ میں اُن کو یہاں سے پانی دے رہا ہوں۔" لوگ اور بھی حیران ہوئے اور کھلکھلا کر ہنستے ہوئے بولے "اتنی دور سے دیا ہوا پانی آپ کے کھیتوں کو کیونکر سرسبز کرے گا؟" گروجی نے کہا۔ "اگر آپ کا پانی دوسری دنیا میں پہنچ سکتا ہے تو کیا میرا پانی اس دُنیا میں میرے کھیتوں کو سرسبز نہیں کر سکتا؟" کچھ لوگ تو مسکرا کر خاموش ہو گئے۔ لیکن جو لوگ گروجی کی باطنی رمز کو سمجھ گئے تھے وہ اُن کے پاؤں دبانے لگے۔

یہاں گروجی ایک برہمن کے چوکے پر جا چڑھے۔ وہ غصّے سے لال پیلا ہو گیا اور

کڑک کر بولا۔" تم نے میرے چوکے میں غلیظ پاؤں رکھ کر اُسے کیوں ناپاک کر دیا ہے؟ میں تو ہر روز اپنا چوکا دھوتا ہوں۔ پونچھتا ہوں۔ یہاں لوبان جلاتا ہوں۔ اور اپنی ذات کے آدمی کے سوا کسی دوسرے کو اس پر چڑھنے نہیں دیتا ہوں۔" گروجی نے کہا،"تمہارا چوکا تو پہلے ہی ناپاک ہے۔ تمہارے اندر غصّے کا یہ جو بھوت مشتعل ہو کر بیٹھا ہوا ہے اور جو کمتر ذات والے کو دیکھتے ہی جل بھن اٹھتا ہے کیا اس سے تمہارا چوکا کم غلیظ اور ناپاک ہوتا ہے؟ تمہارے اندر لاعلمی کی چڑیل رہتی ہے۔ غصے کا چنڈال رہتا ہے اور غیبت کی مہترانی رہتی ہے ــــ جب تمہارے اندر یہ چار پنچ ذاتیں بستی ہیں تو چوکے کو دھونے اور پونچھنے سے پاکیزگی کیسے اُبھر سکے گی؟"

گروجی نے مزید کہا،"چوکے کی پاکیزگی تو ہے۔ صاف اور سچا دل ــــ جسم پر قابو پانا اور نیک اعمال ــــ اور ہر وقت بھگوان کا نام لینا ــــ یہی گنگا اشنان بھی ہے۔"

آپ یہاں سے دلّی پہنچے۔ وہاں شہنشاہ کا ایک ہاتھی مر پڑا تھا۔ اُس کا مہاوت اور دیگر نوکر بہت رنجیدہ تھے کہ اب وہ اپنی روزی کیسے پیدا کریں گے۔ انھوں نے گرونانک کی آمد کی خبر سنی تو ان کے حضور میں پہنچے اور گڑگڑانے لگے۔" جیسے بھی ہو اس مرے ہوئے ہاتھی کو زندہ کر دیجیے ــــ حضور ــــ ہماری روزی کا سوال ہے۔"

گروجی نے کہا،" آپ کی روزی کی فکر خدا کرے گا۔ آپ تو کام کیجیے ــــ جو کام بھی وہ آپ سے لینا چاہے وہی کیجیے۔ جب تک انسان میں زندگی ہوتی ہے وہ اپنے خدا سے بہتری کی دعا مانگتا ہے۔ لیکن خدا زندگی واپس لے لینا چاہتا ہے تو انسان کو چاہیے کہ وہ اُس کے آگے اپنا سر تسلیم خم کر دے۔"

یہاں سے گروجی ورندابن پہنچے۔ یہ مقام کرشن لیلا کا بہت بڑا تیرتھ استھان ہے۔ وہاں راس رچائی جا رہی تھی۔ اداکار بھگوان کرشن کے افسانۂ حیات کو اُچھل کود کر، لوٹ پوٹ ہو کر، آنکھیں مٹکا کر ناٹک کے روپ میں پیش کر رہے تھے اور لوگوں کا دل بہلا رہے تھے اور جھولیاں بھر کر داد دے رہے تھے۔ گرونانک نے یہ منظر دیکھا تو ان کو بہت حیرت ہوئی

کہ بھگوان کرشن کی بلند و ارفع سوانح عمری کو کیسے لوگ اپنی روح کو بیدار کرنے کے بجائے پیسے کمانے اور اپنی تفریح کا ذریعہ بنا رہے تھے۔

یہ دیکھ کر اُنہوں نے لوگوں سے کہا — "کرشن اور گوپیوں کی راس رچانے والو اور سیتا کا سوانگ بھرنے والو بھگوان یُوں خوش نہیں ہوتا ہے۔ ناچنے سے، کوُدنے سے، سر ہلانے سے اور پاؤں ہلا کر خاک اُڑانے سے اور یوُں ہی قلا بازیاں لگانے سے کیا بھگوان مِل سکتا ہے۔ گھومنے کو تو کولھو بھی ہمیشہ گھومتے ہیں۔ چرخیاں اور چرخے گھومتے ہیں کمہاروں کے چکّے گھومتے ہیں۔ اناج پیسنے والی چکیاں گھومتی ہیں۔ میدانوں میں بگولے رقص کرتے ہیں۔ لٹّو گھومتے ہیں۔ ناگنیں لہراتی ہیں۔ ہانپتے ہوئے پرندے آسمان کی نیلی وسعتیں ناپتے رہتے ہیں۔ یہ ان کی تقدیر ہے۔ وہ مقدر کی زنجیر میں بندھے ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ ان باتوں سے بلند و بالا ہونا چاہتے ہیں ان کے لیے خدا کے خوف میں زندہ رہنا ہی اس کے آگے رقص اور راس کے مترادف ہے۔ جب تاروں بھری رات ہو اور شبنم دُھلی تنہائی ہو تو پھر روح کا دروازہ کھول دینا چاہیئے۔ اس سے بہتر کوئی بھی ناچ ناٹک نہیں ہے۔ ؞

اصل شبد یوں ہے

؞ "کولھو، چرخا، چکی، چک
تھل ورولے، بہت اننت
لاٹو بدھانیاں انگاہ
پنکھی بھوندیاں لین نہ ساہ
سو ہے چاڑھ بھوائیے جنت
نانک بھوندیاں گنت نہ انت
نچن کدن من کا چاؤ
نانک جن من بھونِا من بھاؤ"

۳

"صداقت ہر چیز سے بالاتر ہے
لیکن صداقت کی زندگی سب سے ارفع و اعلیٰ ہے"

——— گرو نانک

اب گرو نانک مشرق کی طرف روانہ ہوئے۔ قدیم "جنم ساکھی" (سوانح عمری) میں لکھا ہے ——— کہ اُس وقت اُن کی پوشاک بہت ہی انوکھی تھی۔ بدن پر آم کے رنگ کا چغہ۔ کندھوں پر سفید چادر ——— مسلمان قلندروں جیسی اونچی نوک دار ٹوپی ——— گلے میں ہڈیوں کی مالا ——— پیشانی پر کیسر کا ٹیکہ ——— یہ پوشاک نہ ہندو سادھوؤں کی تھی، نہ مسلمان فقیروں کی۔ ایسی پوشاک اس سے پہلے کبھی کسی نے پہنی نہیں تھی۔

راستے میں اُنہوں نے ایک مسلمان نواب شیخ واجد کو پالکی میں سے اُترتے ہوئے دیکھا۔ پالکی برداروں نے فوراً اُسے پنکھا کرنا شروع کر دیا اور چند لوگ اس کے پیر دابنے لگے۔ یہ دیکھ کر مردانا بہت پریشان ہوا اور اُس نے گرو جی سے پوچھا "اے میرے شہنشاہ! یہ کیا تماشا ہے۔ کہ جو پالکی میں سوار ہو کر آیا ہے وہ بہت تھک چکا ہے اور جو پالکی میں اُسے اُٹھا کر لائے ہیں وہ اُس کی تکان دُور کر رہے ہیں۔"

گرو نانک بولے ——— مردانے ——— خدا سب کو یکساں اور برابر پیدا کرتا ہے۔ کچھ لوگ تو خدا کے عطا کئے ہوئے مواقع سے پُورا فائدہ اُٹھا لیتے ہیں اور کچھ ان مواقع سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ لیکن مردانے ——— یہ نہ سمجھنا کہ جسمانی آرام روح

کو آرام دے سکتے ہیں ۔ جو لوگ آج سُکھی ہیں کل دُکھی ہو جائیں گے ۔ اور جس رُوح میں سکون اور سُکھ ہے وہ ہر حالت میں بڑے آرام سے زندہ رہے گی ۔"

یہاں سے گرو نانک جی پیلی بھیت کی طرف روانہ ہوئے تو وہ جوگیوں کے ایک بہت بڑے مٹھ یعنی "گورکھ متا" میں جا ٹھہرے ۔ یہاں وہ ایک پیپل کے نیچے بیٹھ گئے جو ایک عرصہ سے سوکھا ہوا پڑا تھا ۔ وہ پیپل جلد ہی ہرا بھرا ہو گیا ۔ جوگیوں نے گرو نانک جی سے بحث کرنے کے لیے کئی اُلٹے سیدھے سوالات کیے ۔ پہلے تو یہ پوچھا کہ وہ کون تھے ۔ کس مذہب سے تعلق رکھتے تھے اور اُن کا گرو کون تھا ۔ گرُو نانک نے مردانے سے کہا "مردانے ذرا رباب چھیڑ دو" اور گرو نانک نے یہ شبد پڑھا :-

" اے خدا ۔۔ کیا تجھے تولنے والا ، تجھے ناپنے والا اور تیرا امتحان لینے والا کوئی ہے ؟
کیا کوئی ایسا قدر دان ہے جو تیری قدر و قیمت بتا سکے ؟
کیا کوئی ایسا گرُو ہے جو مجھے تیرے بارے میں زیادہ خرد مند بنا سکے ۔۔ اے محبت ۔۔ میں تیری حدود سے واقف نہیں ۔ تو ہی زمین پر ، پانی پر ، بیابان پر اور آسمانوں پر مسلط ہے اور تمام فنون تجھ میں مضمر ہیں ۔"

جب اُن سے یہ پوچھا گیا کہ بھگوان کو کیسے پہچانا ، دیکھا اور محسوس جا سکتا ہے تو گرو جی نے فرمایا :-

" ذہن ترازو ہے ، سمجھ بوجھ وزن ہے ۔ اور اُس کی سیوا تولنے والی ہے اور دل کے اندر وہ ہے جسے تولنا ہے ، دیکھنا ہے اور محسوس کرنا ہے ۔۔ نہیں ۔۔ وہ خود ہی ترازو ہے ، اُس کی زبان اس کا وزن ہے ۔۔ اُس کو تولنے والی ہے ۔۔ اور وہ خود ہی اپنے آپ کو دیکھتا ہے

پہچانتا ہے اور خود ہی اپنا بیوپار کرتا ہے۔ لیکن جو اندھا ہے ۔ حقیر ہے اور اس کے طور طریقوں سے ناواقف ہے اور شش و پنج میں مبتلا رہتا ہے وہ اور اس کے ساتھی بھاگوان کی وسعت کو کیسے جان سکتے ہیں۔

جوگیوں نے بڑے غرور سے کہا: "جوگ کو اپنائے بغیر کامل ادراک حاصل نہیں ہو سکتا" گرو جی نے جواب دیا:۔

"جوگ پیوند لگے لباس میں نہیں ہے ۔ جوگ جوگی کے ڈنڈے میں بھی نہیں ہے ۔ جوگ انگ بھبوت رمانے میں بھی نہیں ہے اور یہ نہ ہی کانوں کے بالوں میں ۔ نہ ہی منڈے ہوئے سر میں ہے ۔ نہ ہی سنکھ بجانے میں ہے ۔

جو شخص دُنیا کی آلائشوں میں ان آلائشوں سے پاک اور بیداغ رہتا ہے وہی دوام کا راستہ جانتا ہے ۔

جوگ الفاظ میں نہیں ہے ۔ جوگی وہی ہے جو سب انسانوں کو مساوی سمجھتا ہے اور زندہ رہتے ہوئے مر جاتا ہے ۔ اور نغمۂ آلہی سُنتا ہے اور بے خوفی کی دُنیا میں داخل ہو جاتا ہے ۔

جب شک و شبہہ دور ہو جاتا ہے ۔ خیالات پراگندہ نہیں ہوتے تب انسان کے ذہن پر امرت برستا ہے ۔ اس کے دل سے یکسوئی کا ترنم اُمڈتا ہے اور انسان اپنے آپ کو جاننے لگتا ہے ۔"

اس پر جوگیوں کی کایا پلٹ گئی ۔ انہوں نے مزید بحث نہ کی ۔

اس کے بعد گرو نانک بنارس پہنچے جو ہندوؤں کا بہت بڑا تیرتھ استھان ہے ، اور بھگت کبیر اور روی داس کی جنم بھومی ہے ۔ یہاں ایک بہت بڑا عالم و فاضل پنڈت چتر داس رہتا تھا ۔ صبح سویرے گنگا اشنان کو جاتے ہوئے اُس نے گرو نانک کو اس

خلافِ معمول لباس میں دیکھا تو طنز کرتے ہوئے بولا "تم کیسے سادھو ہو۔ نہ تمہارے گلے میں تُلسی کا ہار ہے۔ نہ تمہارے ہاتھ میں مالا ہے۔ نہ تمہارے پاس سالگرام (بھگوان شو کی نمائندگی کرنے والا پتھر) ہے اور نہ ہی ہندوؤں جیسی کوئی اور رسمی چیز ہے۔ تمہیں نجات حاصل ہوگی تو کیسے ہوگی؟"

گرُو صاحب نے جواب دیا — جو شخص بنجر زمین میں بیج ڈالتا ہے وہ اپنی زندگی یوں ہی گنوا دیتا ہے۔ اے برہمن دیوتا — جو شخص اپنی پوجا کا صنم واحد دیکتا بھگوان کو بتاتا ہے — نیک اعمال کی تلسی مالا گلے میں ڈالتا ہے — بھگوان کے نام پر ہر وقت اُس کے رحم وکرم کے لیے درخواست کرتا ہے وہ ضرور نجات حاصل کرتا ہے۔" انہوں نے مزید کہا "جو کوئی بھی اس گلشنِ دنیا کے مالی سے اپنا ناطہ جوڑتا ہے، نیک اعمال کا کنواں کھودتا ہے اور اپنے دل کو بیل کی طرح جوئے میں جوتتا ہے تاکہ کنوئیں سے پانی نکال سکے اور جو اپنے دل کے کھیت کی سینچائی بھگوان کے رحم وکرم کے امرت سے کرتا ہے اس کی زندگی بھرپور اور کامل ترین ہوتی ہے۔"

پنڈت نے کہا "کوئی دل پر قابو کیسے پائے جس میں حرص و ہوس کا کانٹا ہر وقت کھٹکتا رہتا ہے۔"

گرو نانک نے جواب دیا "انسان کو چاہیئے کہ وہ حرص و ہوس کی تیز دھار کو کھیت کی گوڑائی کرنے کے لیے استعمال کرے۔ وہ اس سے اپنے دل کو کاٹنے کے بجائے دل کی برائیاں کاٹے۔ اس کے بجائے کہ حرص و ہوس آدمی پر سوار ہو جائے آدمی کو چاہیئے کہ وہ ان پر سوار ہو جائے۔"

پنڈت نے پوچھا "کیا کوا کبھی ہنس بن سکتا ہے؟ جس شخص کے گذشتہ اعمال ہی خراب ہوں اس کے لیے دُکھ سہنے کے سوا اور کیا چارہ ہے؟"

گرو نانک نے جواب دیا "اگر بھگوان کی نگاہِ مہر وکرم ہو جائے تو پھر انسان

کے گذشتہ اعمال کو بھی بدلا جا سکتا ہے۔ وہ چاہے تو کوّے کو ہنس بنا سکتا۔ لیکن بھگوان کی نگاہ مہر و کرم اُن لوگوں پر ہوتی ہے جو اپنا پورا وجود بھگوان کی نذر کر دیتے ہیں۔"

پنڈت نے کہا "بھگوان کا عرفان و ادراک ویدوں اور شاستروں کا مطالعہ کئے بغیر کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟"

گرو نانک بولے "مطالعہ کرنے سے بھگوان کا بھید نہیں ملتا۔ باطنی آنکھ کھولنے سے ملتا ہے ــــ علمِ مستعار اور باطن کے نور میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ انسان کا دماغ اور دل گناہ کے سامنے بہت کمزور ہوتے ہیں اس لیے اس کے دو باپ یعنی اُنس اور حسد ہوتے ہیں اور دو مائیں یعنی امید اور آرزو ہوتی ہیں۔"

چتر داس نے پوچھا "اگر یہ بات اسی طرح ہے تو انسان کی نجات کی اُمید کیونکر رکھی جا سکتی ہے؟"

گرو صاحب نے جواب دیا "کیا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ جب سبزہ شاداب ہوتا ہے تو اُس میں آگ ہوتی ہے۔ دھرتی سمندر سے محصور ہے لیکن سمندر اُسے بہا کر نہیں لے جاتا ہے۔ سورج اور چاند ایک ہی آسمان میں رہتے ہیں لیکن وہ ایک دوسرے کی فطرت اختیار نہیں کرتے ہیں۔ اسی طرح انسان اُمید اور آرزو کے دیس میں رہتے ہوئے اپنے دل میں ان سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔"

پھر چتر داس نے پوچھا "خدا رسیدہ انسان کے کیا اوصاف ہوتے ہیں؟"

گرو صاحب نے جواب دیا "جو بھگوان کو ہر جگہ پہچان لے۔ اور وہم و گمان اور فریب کے اس جال کو جس نے ہمیں چاروں طرف سے جکڑ رکھا ہے کاٹ کر رکھ دے وہی انسان بھگوان سے آگاہ ہوتا ہے۔ اور اُس کی سب سے بڑی نشانی یہ ہوتی ہے اُس کے دل میں "رحم و کرم" کا سمندر موجزن رہتا ہے۔"

اب پنڈت نے بڑے انکسار کے ساتھ پوچھا "گرو مہاراج ــــ کیا میرا

بیکراں علم عرفانِ الٰہی میں میری مدد نہیں کرے گا ؟"

گرونانک نے جواب دیا ـــــ "وہی علم دھرم اور سچائی کو جاننے میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے جو ہمیں اس بات سے آگاہ کرے کہ تمام دنیا میں ایک ہی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ دیوی دیوتا، من، گیان، کائنات، انسان، پاپ اور پُن (گناہ و ثواب) سب اُس کا پھیلاؤ ہیں۔ اُس کی وسعتیں ہیں۔ اس لیے کسی اور بات کو پڑھنا یا پڑھانا رُوح کے ارتقار کے لیے بیکار ہے۔ اور جو شخص بھگوان کو پانے کا خواہاں ہے اُسے چاہیے کہ وہ ساری کائنات کو اپنے پیار کی آغوش میں سمیٹ لے اور اپنے خالق میں جذب ہو جائے۔"

پنڈت چتر داس بہت متاثر ہوا اور گرو صاحب کے قدموں پر گر پڑا اور ان کا چیلا بن گیا۔

یہاں سے چل کر گرو نانک گیا پہنچے جہاں مہاتما بدھ نے نروان حاصل کرنے کے لیے بھاری ریاضت کی تھی۔ اُس وقت اُس مذہبی مقام پر برہمنوں کا قبضہ تھا۔ انہوں نے گرو صاحب سے التجا کی کہ وہ ان کے مرحوم بزرگوں کے لیے مختلف رسوم ادا کریں۔ گرو نانک نے ان کی التجا کے جواب میں یہ شبد پڑھا :-

"خدا کا نام میرا مٹی کا چراغ ہے۔ دُکھ تیل ہے جو اُس میں جل رہا ہے۔ میں جتنا اس چراغ کو روشن کرتا ہوں اتنے ہی میرے غم جلتے ہیں اور دیکھیئے تو سہی کہ موت کا کرب و اضطراب بھی مجھے پریشان نہیں کرتا۔

یہاں وہاں گرد و پیش، یہی میرا سہارا ہے۔

گنگا اور بنارس خدا کی توصیف میں نغمہ طراز ہیں اگر تیرا نام دل میں بسا ہو تو وہی اشنان پاکیزہ ہے۔"

وہ آگے بڑھے تو اُنہوں نے ایک شہر میں یہ دیکھا کہ ایک رئیس کے گھر بیٹا پیدا ہونے

پر بہت خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ دوسرے دن اس کا بیٹا مر گیا۔ تمام شہر میں صفِ ماتم بچھ گئی ——— مردانے نے پوچھا "گرو مہاراج! ایسا کیوں ہوتا ہے ——— کبھی انسان کو دکھ ملتا ہے اور کبھی سکھ۔ کیا زندگی کا یہی مقصد ہے کہ انسان یہاں آئے اور پھر واپس چلا جائے ———؟" گروجی نے کہا "مردانے ——— فرق صرف شعور اور علم کا ہے ——— علم کی کمی کی وجہ سے انسان کبھی حد سے زیادہ خوشی مناتا ہے۔ کبھی ماتم مناتا ہے۔ لیکن اگر وہ اپنے باطن میں خدا سے وابستہ ہو جو نہ کبھی پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی مرتا ہے اور جو نہ خوشی مناتا ہے نہ ماتم ——— تو انسان ہمیشہ آرام سے رہے اور دکھ سکھ کو ایسا کپڑا سمجھے جسے اُتار کر دوسرا پہن لیا جاتا ہے ———" اور گرو نانک نے ایک شبد پڑھا جس میں زندگی کو رات کے چار پہر سے تشبیہہ دی گئی تھی اور روح کو سدا جاگتے رہنے کی ہدایت کی گئی تھی۔

"رات کے پہلے پہر اے فانی انسان تو خدا کے حکم سے
ماں کی کوکھ میں پڑا تو وہاں بھی خدا کی ریاضت میں مصروف تھا۔
رات کے دوسرے پہر اے فانی انسان تو خدا کو بھول گیا۔
تجھے ہاتھوں میں کھلایا گیا جیسے یشودھا کے گھر کرشن کنہیا تھے۔
رات کے تیسرے پہر اے فانی انسان تو دولت اور حسن و
شباب کی لذت میں کھو گیا۔
اے فانی انسان تو نے خدا کا نام نہ لیا تاکہ تمام بندھنوں
سے آزاد ہو جاتا۔
رات کے چوتھے پہر اے فانی انسان ملک الموت آ گیا۔
اور ملک الموت نے تجھے آ کر جھنجھوڑا تو کسی کو یہ خبر نہ ہوئی کہ کون تجھے
لے گیا۔

اے فانی انسان وہی چیز حاصل ہوتی ہے جس سے تو لَو
لگاتا ہے۔

اے نانک چوتھے پہر

ملک الموت نے تیری ساری کائنات سمیٹ لی۔"

وہ آگے گئے تو دو اشخاص اُن کے بہت بڑے مُرید بن گئے۔ اُن میں سے ایک تو جلد ہی بُرائی کے راستے پر چل پڑا مگر دوسرا گرو جی کے راستے پر ثابت قدم رہا۔ جو شخص برائی کے راستہ پڑ گیا تھا اُسے ایک بیسوا کے گھر جاتے ہوئے راستے میں طلائی مہروں کی ایک تھیلی ملی۔ لیکن جو گرو جی کے دیدار کے لیے جا رہا تھا اس کے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا اور وہ درد کے مارے کراہنے لگا اور اُس نے دل ہی دل میں بہت شرمندہ ہو کر گرو جی سے پوچھا — "اے شہنشاہِ صداقت! آپ کی قدرت پر قربان جاؤں۔ جو آپ کے راستے پر چلتا ہے اس کے پاؤں میں آپ کانٹا چبھوتے ہیں اور جو گناہ کے راستہ پر گامزن ہوتا ہے اُسے طلائی مہریں ملتی ہیں۔ یہ آپ کا اچھا انصاف ہے!"

گرُو نانک نے جواب دیا — "میرے عزیز جہان خدا کے راستے پر چلنا پتھر چاٹنے کے برابر ہے۔ سُولی کو بوسہ دینے کے مترادف ہے۔ جسمانی آسودگیوں کو ترک کرنے اور دوسروں کے دکھوں کو اپنانے کے مترادف ہے۔ لیکن تم ذرا اپنے دل سے پوچھ کر دیکھو۔ تمھیں اس راستے پر چل کر سکون ملا ہے کہ کیا تم بھی اپنے ساتھی کی طرح حرص وہوس کی آگ میں جل رہے ہو — تمہارے ساتھی کو جو خزانہ ملا ہے وہ ایک عذاب ہے۔ اس خزانے کے ہوتے ہوئے اسے یہ غم ستائے گا کہ اُسے وہ کیسے سنبھال کر رکھے اور جب وہ خزانہ کم ہو جائے گا تو یہ کمی اُس کے دل کو ڈانواں ڈول کر دے گی لیکن جو خزانہ تمھیں ملا ہے وہ کبھی کم نہیں ہو گا اور تمہیں ہمیشہ سکون اور آرام سے ہمکنار رکھے گا۔"

اب گرو نانک ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں لوگوں نے اُن کی خوب خدمت کی۔ گرو نانک صاحب نے ان کو آشیرواد دی ۔۔۔ "خدا کرے تم بے گھر ہو جاؤ"۔۔۔ دوسرے گاؤں میں لوگوں نے اُن پر کوئی توجہ نہ کی۔ گرو صاحب نے ان کو سراپ دیتے ہوئے کہا ۔۔۔ "خدا کرے تم یہیں آباد رہو" ۔۔۔ مردانا یہ سُن کر بہت حیران ہوا۔ اُس نے پوچھا "اے شہنشاہِ صداقت! سبحان تیری قدرت۔ آپ کا کھیل نرالا ہے جو آپ کی خدمت کرتا ہے ان کو آپ بے خانماں کر دیتے ہیں اور جو آپ کی خاطر تواضع نہیں کرتا ہے اُسے آپ شاد کام و آباد کر دیتے ہیں۔"

گرو صاحب نے جواب دیا ۔۔۔ مردانے ۔۔۔ جو لوگ اچھے ہوتے ہیں۔ بے گھر اور منتشر ہو جانے پر بھی جہاں جائیں گے وہاں کے لوگوں کو اپنے جیسا بنا لیں گے اور جو لوگ کمزور ہیں وہ اگر اپنی جگہ پر رہیں گے تو کم سے اتنا تو ہوگا کہ دوسروں کو ان کی بیماری نہیں لگے گی۔"

اب گرو نانک کامروپ (آسام) جا پہنچے۔ یہاں عورتیں اپنی خوب صورتی پر بہت ناز کرتی تھیں اور مردوں کو اپنے دام زلف میں پھنسانے کے جادو کے لیے بہت مشہور تھیں۔ ان دنوں کامروپ کی رانی جس کا نام نور شاہ تھا ایک حسین اور نوجوان عورت تھی۔ مردانے کو بھوک لگی تو گرو جی کی اجازت لے کر شہر جا پہنچا۔ نور شاہ نے مردانے کا معصوم چہرہ اور نرالا ڈیل ڈول دیکھا تو اُس پر فریفتہ ہو گئی اور اُس پر ڈورے ڈالنے لگی۔ مردانے کو بھی اس کے نرم و نازک اعضا اور تیکھے خط و خال بہت دلرُبا معلوم ہوئے۔ اور وہ بھی اُس پر فریفتہ ہو گیا۔ جب کافی وقت گزر گیا اور مردانا واپس نہ آیا تو گرو صاحب خود ہی اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

جب ڈھونڈتے ڈھونڈتے اُنہوں نے مردانے کو حُسن کا زر خرید غلام پایا تو اُنہوں نے نور شاہ سے کہا ۔۔۔ "میرے اس آدمی کو چھوڑ دو۔ ابھی اسے ایک طویل سفر

طے کرنا ہے"۔ لیکن نورشاہ نے کہا "ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو اپنی مرضی سے منتخب کیا ہے۔ میں اسے یہاں سے کبھی نہیں جانے دوں گی"۔ اُس نے گرو نانک کو بھی اپنے حسن کے جادو سے اپنے بس میں کرنے کی پوری کوشش کی، لیکن گرو صاحب نے کہا "جس کے پاس مٹی ہو وہ مُشک نہیں خرید سکتا۔ اسی طرح نیک اعمال کے بغیر حقیقی خاوند کا وصال ناممکن ہے"۔

اب نورشاہ نے اپنے رقص کے کمال سے گرُو صاحب کو مسحور کرنا چاہا۔ اُس کے عشووں اور اداؤں میں غضب کی دلکشی تھی۔ اس کے پاؤں کمالِ فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے تھرک رہے تھے۔ اس کی سانولی صورت دلفریب تھی۔ اُس کے قاتل حسن سے بچنا محال تھا۔ گروجی بے پروائی کے ساتھ وہاں بیٹھے رہے اور انہوں نے ایک شبد پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا "دل کی آرزوئیں دل سے جھانجھوں اور پیروں کے گھنگروؤں کی طرح چمٹی رہتی ہیں اور دُنیا کا ڈھول تال دینے کے لیے پٹتا رہتا ہے۔ کوئی دیوتا بھی اُن کے شور آفریں راگ سے بچ نہیں سکتا۔ ہر خوشی فروخت ہوتی ہے۔ دُعا اور بددعا بکتی ہے لیکن کب تک کوئی بیرونی خوشی سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ اور کب تک اپنے اندر سے اٹھتی ہوئی خدا کی آواز کو دبا سکتا ہے۔ انسانوں کے دلوں میں انسانوں کے لیے درد نہیں ہے۔ بادشاہوں کے دلوں میں انصاف نہیں ہے۔ اُن کی ظاہری صورت انسان جیسی ہے لیکن ان کے باطنی اعمال کتّوں سے بھی بدتر ہیں۔ لیکن خدا کا شاید وہی انسان منظورِ نظر ہے جو حسن کے اس گلستاں میں اپنے آپ کو مہمان سمجھے اور باطنی طور پر خدا سے وابستہ رہے"۔

یہ سُن کر نورشاہ اور اس کی سہیلیوں نے اپنے زر و مال کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا۔ سونا، چاندی، ہیرے جواہرات۔ کئی اقسام کے پکوان۔ بھڑکیلی پوشاکیں۔ انہوں نے گرو نانک کے سامنے ان کا انبار لگا دیا تاکہ وہ لالچ میں آکر وہاں رک جائیں۔

لیکن گرو صاحب پر ان کا بھی کوئی اثر نہ ہوا اور انھوں نے حسبِ ذیل شبد پڑھا۔

"اے لاعلم عورت —— اپنی خوب صورتی اور اپنی دولت پر اتنا غرور کیوں کرتی ہے —— تیرے دل کے اندر جو تیرا شوہر بیٹھا ہے تو اُس سے کیوں نہیں لطف اندوز ہوتی۔ وہ تجھ سے نزدیک ہے بہت ہی نزدیک لیکن تو اُسے دور دور کر ڈھونڈ رہی ہے۔ اس کے خوف کو اپنی آنکھ کا سُرمہ اور اُس کی محبت کو اپنی زیبائش اور آرائش بنالے۔ لیکن اگر تو اس سے محبت نہیں کرتی ہے —— اُس سے دغا کرتی ہے اور درباریوں کے انداز میں اُسے خوش کرتی ہے اور تیرے ذہن میں حرص و ہوا ہے تو تُو اُسے خوش نہیں کرتی ہے۔ اگر تو صدق دلی سے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دے اور اس کے قدموں سے لپٹ جائے اور اپنا جسم اور اپنا دماغ سپرد کر دے تو نانک کہتا ہے کہ وہ تجھ سے محبت کرے گا اور تجھے اپنائے گا۔"

نور شاہ پر دل کو ٹٹولنے والے اس "شبد" کا گہرا اثر ہوا۔ اور وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر گرو صاحب کے آگے کھڑی ہوگئی اور بولی "آپ ابد تک زندہ رہیں۔ مجھے معاف کر دیجیے۔ اور مجھے اپنی چیلی بنا لیجیے۔" گرو صاحب نے کہا "اگر تم اپنے ہر کام میں خدا کو یاد رکھوگی تو تمھیں نجات حاصل ہو جائے گی۔" نور شاہ گرو جی کے قدموں پر گر پڑی۔ اُس نے مردانے کو رہا کر دیا اور "گرو گرو" کا جاپ کرنے لگی۔

یہاں سے گرو نانک روانہ ہوئے اور چلتے چلتے ایک ویران اور سنسان جنگل میں پہنچے "شائیں۔ شائیں" کرتی ہوئی ایک طوفانی ہوا چل رہی تھی۔ بوڑھے پیڑ کڑکڑاتے ہوئے ٹوٹ رہے تھے۔ فوراً ہی موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ بجلی کڑکی۔ بادل بھیانک انداز میں گرجے۔ آسمان پر خوفناک سیاہی چھاگئی۔ اس سیاہی اور

تاریکی میں بجلی یوں چمکتی تھی جیسے وہ آگ یا خون کی لکیر ہو۔ مردانا فرطِ خوف سے کانپ اُٹھا۔ اُس نے کہا ــــ اے مالک ــ مجھے کیا خبر تھی کہ آپ یوں اُجاڑ بیابان میں لاکر مجھے ماریں گے۔ جہاں میری لاش کو قبر بھی نصیب نہیں ہوگی اور میں جنگلی جانوروں کا چارہ بن جاؤں گا۔"

گرو نانک مسکرائے ــــ "مردانے ــ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جس کے خوف سے یہ زمین اور یہ آسمان تھر تھر کانپ رہے ہیں جو آدمی بے خوف اور صابر و جمیل خدا سے وابستہ ہے غم اس کے نزدیک نہیں پھٹک سکتے۔"

جب وہ اس طرح باتیں کر رہے تھے تو اُنھوں نے ایک عجیب و غریب، دیو قد اور بھیانک چیز اپنی طرف بڑھتی ہوئی دیکھی۔ اُس کا آدھا چہرہ انسان کا اور آدھا چہرہ کسی جنگلی جانور کا تھا۔ اُس کے اعضا بہت ہی بھیانک تھے۔

گرُو نانک نے پوچھا ــ "بھیّا تُم کون ہو؟ اور ایسے وقت میں ہمارے پاس کیا لینے آئے ہو؟" ــ اس نے جواب دیا "میں کلجگ ہوں۔ اس زمانے کی رُوح ہوں ــ تم نے ابھی ابھی جتنے بھیانک واقعات گزرتے ہوئے دیکھے ہیں وہ میرے ہی کارنامے تھے۔ کیونکہ تم خوفزدہ نہیں ہوئے اس لیے میں ہیرے اور موتی تمہیں بطور نذرانہ دینے کے لیے لایا ہوں۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے رہنے کے لیے ایک شاندار محل تعمیر کر سکتا ہوں۔ میں پری جمالوں کو حکم دے سکتا ہوں کہ وہ اپنے رقص و سرود سے تمہارا دل بہلائیں تاکہ تمہارا یہ تنہا سفر کٹ جائے اور دوسرے لوگ بھی میرا راستہ اختیار کریں۔"

گرو نانک نے مردانے سے کہا ــ "مردانے ــــ رباب چھیڑ دو۔" مردانے نے رباب چھیڑ دیا۔ گرو نانک نے یہ شبد پڑھا۔

"موتیوں اور ہیروں سے جڑے ہوئے لاکھ محل ہوں جن سے

مُشک، زعفران اور چندن کی خوشبو اُٹھ رہی ہو۔ زمین میں لاکھ ہیرے اور جواہرات ٹانک دئے جائیں۔ بے مثال حُسن کی مالک حُوریں گوہرِ تابدار کی طرح لاکھ اپنے عشووں سے میرا دل لبُھا رہی ہوں میں اپنے خدا کا ہاتھ نہیں چھوڑوں گا اور میں اس کا نام لیتا رہوں گا۔"

جب یہ شبد کلجگ کی اُس روح نے سُنا تو گروجی کے قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا "اے گرو مہاراج! میری خطا معاف کر دیجئے۔ میرا کام ہی یہی ہے کہ دنیا کو فریب کے جال میں پھنساؤں۔ لیکن جو آپ کے دکھائے ہوئے راستے پر چلے گا اس پر میرا کوئی بس نہیں چلے گا۔"

آخر کار گرو صاحب پُوری پہنچے جہاں وشنو اور کرشن بھگوان کو جگن ناتھ (یعنی کل کائنات کے مالک) کی حیثیت سے پُوجا جاتا ہے۔ رات کو چاندی کی تھالی میں چھوٹے چھوٹے دِئے جلا کر پانڈے جگن ناتھ کی مورتی کا طواف کر رہے تھے اور اُس کی آرتی اُتار رہے تھے اور چاروں طرف پھولوں کی بارش کر رہے تھے۔ لوبان سے سارا ماحول مہک رہا تھا۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ گرو نانک نے آرتی میں شرکت نہیں کی تھی تو اُن کو بہت غصہ آیا۔ انہوں نے پوچھا — "تم بھگوان کی حکم عدولی کر رہے ہو — کیوں؟" گرو نانک نے جواب دیا "اتنے عظیم جگن ناتھ کی آرتی اُتار رہے ہو — اور وہ بھی اتنے چھوٹے چھوٹے دئے جلا کر — اُس جگن ناتھ کی آرتی اُتار رہے ہو جس کے آسمان کی تھالی میں سورج اور چاند فروزاں ہیں اور تارے موتیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں اور جھلملا رہے ہیں۔ جس کے روبرو چندن کے پہاڑوں پر خوشبوؤں سے بھرپور ہوائیں لُوبان جلا رہی ہیں اور جن کے لامحدود ترنم سے ساری کائنات دھڑک رہی ہے۔ اُس کی ہزاروں

آنکھیں ہیں اور کوئی آنکھ نہیں۔ اس کے جسم کے ہزاروں روپ ہیں اور جسم کا کوئی روپ نہیں۔ مگر اس کے جسم کی روشنی تمام جانداروں کو نور اور زندگی بخش رہی ہے۔ اُس کی آرتی تو اس میں جذب ہو کر ہی اُتاری جا سکتی ہے۔"

پنڈتوں نے اُن سے مزید بحث کرنا بیکار سمجھا۔

یہاں گرو نانک دیو نے ایک اور پنڈت کی کایا پلٹ دی۔ اُس نے اپنی آنکھیں اور اپنے کان بند کر رکھے تھے۔ اس کا یہ دعویٰ تھا کہ اس طرح اس کا دل یکسوئی حاصل کرتا ہے اور اسے حال و مستقبل کی تمام خبر ہے۔ وہ دوسروں کے راز جاننے لگا ہے۔ گرو نانک نے اُس کے اس دعویٰ کو آزمایا۔ انہوں نے اس کے سامنے سے اُس کا لوٹا اٹھایا اور اس کی پیٹھ کے پیچھے رکھ دیا۔ اُنہوں نے کہا، "مہاراج! یہ بتایئے کہ آپ کا لوٹا کہاں ہے؟" پنڈت نے بہت سے اندازے لگائے لیکن اس کے تمام اندازے غلط ثابت ہوئے۔ اس پر تماشائی ہنسنے لگے۔ گرو نانک نے کہا،" جسے اپنے آگے پیچھے کی خبر نہیں۔ اسے اپنے حال و مستقبل کی خبر کیونکر ہو سکتی ہے۔"

۴

"درویش ہی سچی بات کہتا ہے
کیونکہ جو کچھ وہ دیکھتا ہے اُسی کی بات کرتا ہے"

——— گرو ارجن

اب گرو نانک واپس پنجاب پہنچے۔ اب انہوں نے ایک گرہستی کا سا لباس پہن لیا۔ پنجاب میں وہ پاکپٹن نام کے ایک قصبہ میں شیخ براہیم (ابراہیم) یا فرید الدین سے ملنے گئے جو تیرھویں صدی کے مشہور صوفی اور شاعر فرید کی گدی پر بیٹھے تھے۔ گرو نانک کو گرہستیوں کے لباس میں دیکھ کر شیخ براہیم نے پوچھا۔

"اکے تاں لوڑ مقدمی، اکے تے اللہ لوڑ
دو بیڑی نہ لت دھر مت وکھر دبجیں بوڑ"

اس کا مطلب تھا: دنیا دار بنو، تارک الدنیا بنو یا فقیر بنو۔ تم دو کشتیوں میں اپنی ٹانگیں کیوں پھیلائے ہوئے ہو؟ گرو نانک نے جواب دیا: "دونوں کو استعمال کرنا چاہیے۔ انسان ایک میں اپنا بوجھ رکھے اور دوسری میں اپنی روح۔ پھر اسے ڈوبنے کا کوئی خطرہ نہیں رہے گا اور نہ ہی اُس کی کشتی ٹوٹے گی۔"

فرید نے کنایہ بدلتے ہوئے پوچھا "دنیا دار بن کر کوئی دنیا سے کیونکر بچ سکتا ہے؟ دنیا تو ایک چڑیل پر فریفتہ ہو کر اپنے آپ کو بھلا بیٹھی ہے۔ اُس کا کھیت

لوٹا جا رہا ہے اور اُسے کچھ خبر نہیں ۔" گروجی نے جواب دیا :"جس کا محافظ اس کا پختہ باطنی شعور ہے اس کا کھیت ہمیشہ ہرا بھرا رہتا ہے اور دلآویز شکل و صورت والی چڑیل اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ۔"

فرید نے پھر پوچھا۔ "اے نانک! جب تن اور من کی طاقت جواب دے جائے تو پھر شعور کو بیدار کرنے والا طبیب کہاں مل سکتا ہے ؟"

گروجی نے جواب دیا :" اے فرید! درد کا خالق بھی اندر موجود ہوتا ہے اور دُکھ کو دور کرنے والا بھی ۔ اُس کا ذکر الفاظ کے ذریعہ نہیں کیا جا سکتا ۔ اُسے تو صرف باطن کی آنکھ دیکھ سکتی ہے ۔"

شیخ ابراہیم نے فرید کا ایک "شبد" پڑھا :۔

"جب کشتی تیار کرنے کا وقت تھا میں نے کشتی تیار نہ کی ۔
اور اب جبکہ دریا میں باڑھ آگئی ہے میں اُس کے پار کیسے جاؤں؛
اے محبت زعفران کے پھول کو مت چھو ۔ اس کا رنگ اُڑ جائے گا ۔
دل بہت کمزور ہے اور محبوب کا حکم بہت سخت ہے ۔ جب ایک
گائے کا دودھ دوہ لیا جاتا ہے تو پھر وہ دوبارہ دودھ نہیں دیتی ۔ اسی
طرح ہماری واحد زندگی ہے ۔ دور سے ایک آواز آرہی ہے ۔ اور روح
اُداس ہے کہ اُسے گزر جانا ہے ۔ مٹی مٹی میں مل جائے گی ۔"

گرونانک نے بڑے ہی اُمید افزا لہجے میں کہا :" اگر ریاضت اور خود ضبطی کی کشتی تیار کی جائے تو پھر دریا کے پار جانا بہت آسان ہو جاتا ہے ۔ اُس وقت ایک بھرا ہوا دریا نہیں ملتا ہے بلکہ راستہ ہموار ہوتا ہے ۔ جو شخص اوصاف سے اپنی جھولی بھر لیتا ہے اُس کا خدا اُسے اپنا لیتا ہے اور اُس سے کبھی جدا نہیں ہوتا اگر وہ شخص اپنی بُرائی اور اپنی انا کو چھوڑ دیتا ہے ۔"

پھر شیخ ابراہیم نے کہا "میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔ لیکن پیڑ میں پھول رات کے پہلے پہر میں لگتا ہے اور اس کے بعد وہ بار آور ہوتا ہے۔ اور وہی خدا کے فضل وکرم کا مستحق ہوتا ہے جو رات بھر جاگتا رہتا ہے"

گرو نانک نے فرمایا:۔

"تمام فیاضیاں اور عطیے خدا کے ہاتھ میں ہیں جو رحیم و کریم ہے۔
چند جاگتے ہوئے لوگوں کے قریب سے وہ گزر جاتا ہے اور بعض خوابیدہ
لوگوں کو جگا کر وہ ان پر اپنے فضل و کرم کی بارش کرتا ہے"

گرونانک دیو نے اپنے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے کہا —"شیخ صاحب! اگر انسان کو اپنی کوششوں کا ثمر میسر آسکتا ہے تو پھر خدا کے فضل و کرم کی کیا ضرورت ہے —— انسان کو محنت اور کوشش تو کرنی ہی پڑے گی۔ اگر وہ اپنی محنت کا ثمر خدا کے حوالے کر کے محنت اور تگ ودو کرے تو پھر اُس کی انا ٹوٹ جائے گی اور اس پر خدا کی رحمت کا دروازہ کھُل جائے گا۔ ورنہ انسان کی روح کا اکھاڑہ "لین دین" کی ایک منڈی بن جائے گا۔ ہم سب محبت کرتے ہیں لیکن محبت کسی کسی کی کامیاب ہوتی ہے۔ یعنی محبت اس کی کامیاب ہوتی ہے جس کا دل معصوم ہو اور جس کی لگن سچی اور مضبوط ہو — جو انسان جبر اور زور سے محبت کرتا ہے اُس کی محبت کبھی کامیاب نہیں ہوتی"۔ یہ کہہ کر انہوں نے ایک شبد پڑھا:۔

"اے خدا — جب تو میرے ساتھ ہے تو میرے پاس سب کچھ
ہے کیونکہ تو میرا سرمایۂ حیات ہے۔ جب میں تجھ سے لو لگاتا ہوں
تو مجھے سکون ملتا ہے اور مجھ پر تیرا فضل و کرم ہوتا ہے۔ تیری مرضی
ہو تو اے خدا تو انسان کو تخت و تاج بخش دیتا ہے اور تیری مرضی
ہو تو اے خدا تو انسان کو بھکاری اور ملول و افسردہ بنا دیتا ہے۔

تیری مرضی سے صحرا میں دریا بہتے ہیں۔ تیری مرضی سے آسمان میں
کنول کھلتا ہے۔ میں اپنے آپ کو تیرے حوالے کرتا ہوں۔ میں تیرے
دیدار کے سوا تجھ سے کچھ نہیں مانگتا۔"

کہتے ہیں کہ اتنے میں شیخ براہیم کا ایک مرید ان کے لیے روٹی لایا۔ شیخ اُن دنوں چلّہ کشی کر رہے تھے۔ اس لیے انہوں نے کہا —"میں کھانا کھا چکا ہوں۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔" وہ مرید غصے میں آکر بولا — تم بھی اپنے بزرگ بابا فرید جیسے ہی رہوگے۔ وہ بھی اپنا دل بہلانے کے لیے کاٹھ کی روٹی اپنے پیٹ پر باندھ کر گھوما کرتے تھے۔ اور لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ میرا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ لیکن اندر سے ان کو بھوک ستاتی رہتی تھی۔"

یہ سن کر ابراہیم بہت نادم ہوئے — گرو نانک نے کبیرجی کے ایک اشلوک کے ذریعہ اُن کو سمجھاتے ہوئے کہا —"ان چھوڑے کرے پاکھنڈ۔ نہ وہ سہاگن نہ وہ رنڈ۔" یعنی جو کوئی بھی کھانا چھوڑ دیتا ہے اور بہانہ کرتا ہے کہ اس نے خدا کی محبت میں ایسا کیا ہے وہ اُس عورت کی طرح ہوتا ہے جو نہ تو سُہاگن ہوتی ہے اور نہ ہی بیوہ ہوتی ہے۔ اے فرید — یہ جسم بھگوان کا مندر یا خانۂ خدا ہے۔ اس جسم کی پرورش ہمارا فرض ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے جسم کو غارت نہ کرے بلکہ اپنی انا کو غارت کرے اور اطمینان و سکون، رحم و کرم اور عجز و انکسار سے اپنے دل کا چراغ روشن کرے۔"

یہ باتیں سُن کر شیخ ابراہیم بہت خوش ہوا۔

یہاں سے گرو نانک اور مردانا چلتے چلتے ایک لق و دق صحرا سے گزرے۔ مردانے کو سخت بھوک لگ رہی تھی۔ لیکن کھانے کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ مردانے نے بہت بے قرار ہوکر کہا "گرو صاحب! کیا میں آپ کے ساتھ گھر سے اس لیے چلا تھا کہ آپ مجھے اُجاڑ بیابان میں لاکر بھوکوں ماردیں؟"

گرونانک مسکرائے اور ایک بیری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے:۔
"مردانے — اُس بیری سے بیر توڑ کر اپنی بھوک مٹا لو۔ لیکن اس کے بیر اپنی گرہ میں نہ باندھنا —" مردانے نے بیر توڑ کر کھائے۔ وہ بے حد لذیذ تھے۔ وہ سوچنے لگا نہ جانے کب تک اس ویرانے میں سے گزرنا ہوگا۔ کیوں نہ کچھ بیر دامن میں باندھ لیے جائیں۔ اگلے روز صبح کو پھر بھوک لگی۔ مردانا وہ بیر کھا گیا۔ پیٹ میں درد اٹھا۔ وہ تڑپنے اور کراہنے لگا۔ گرونانک نے کہا "مردانے — رنج و آلام کا سبب یہی ہے کہ انسان اپنی ضرورت سے زیادہ اشیا جمع کرتا ہے۔ جس شخص کو پیٹ بھرنے کے لیے تازہ روٹی میسّر آتی ہے وہ اگر باسی ٹکڑے جمع کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ بیماری کو دعوت دیتا ہے۔ فالتو چیز دوسروں کے دلوں میں ہمارے خلاف رقابت اور جلن پیدا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُسے چُرا لیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دولت مند کے دل کو ہر وقت ایک دھڑکا سا لگا رہتا ہے اور وہ مغموم رہتا ہے۔"

مردانا جلد ہی تندرست ہو گیا لیکن اُس نے گرو صاحب سے واپس گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ گرو جی نے کہا — "مردانے۔ تم دونوں جہانوں میں سُرخرو ہوئے ہو — تم نے اُس وقت مجھ سے وفاداری کا ثبوت دیا جبکہ کوئی بھی میرے راستہ پر چلنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ تم بے شک گھر جاؤ لیکن جلد واپس آجانا۔ میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں۔ لیکن میری آمد کی کسی کو اطلاع نہ دینا۔"

مردانا یہ سُن کر گھر کی طرف روانہ ہوا۔ جب گرونانک کی ماں ترِپتا کو یہ معلوم ہوا کہ مردانا گھر لوٹ آیا ہے تو وہ اس سے ملنے کے لیے دوڑتی ہوئی آئی اور پوچھنے لگی "مردانے — میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ مجھے اس کی خیر و عافیت کا کچھ پتہ دو۔ کہاں ہے۔ کیا میں جیتے جی اُسے کبھی نہ دیکھ سکوں گی۔"

مردانا خاموش رہا اور اپنے گھر کے لوگوں سے ملنے کے بعد واپس چل پڑا ۔ ماتا ترپتا کو یہ شک گزرا کہ مردانا اس قدر جلد جو واپس چلا گیا ہے ۔ نانک کہیں نزدیک ہی نہ ہو ۔ یہ سوچ کر وہ بھی مردانے کے پیچھے پیچھے چل دی ۔ تھوڑی دور جا کر اس نے دیکھا کہ گرو نانک ایک جھونپڑی میں بیٹھے تھے ۔ ان کو دیکھتے ہی ماں بہت بے قرار ہو اٹھی ۔ وہ ان کی طرف دوڑی تاکہ ان کو اپنی آغوش میں لے سکے ۔ گرو نانک نے جب اپنی ماں کو اس طرح آتے ہوئے دیکھا تو اپنی ماں کے قدموں پر اپنی جبیں رکھنے کے لیے آگے بڑھے ۔ لیکن ماں نے اُن کے نورانی جسم کو اپنے سینے سے لگا لیا ۔ بیٹے کے رخسار اور اُس کا ماتھا چوم چوم کر نڈھال ہو گئی ۔ وہ کہتی جا رہی تھی ۔ "وہ میرے بچے — میں اُن راہوں پر قربان جن پر تیرے پاؤں پڑے ہیں ۔ ان لوگوں پر قربان جن کو تو دیدار دیتا ہے ۔ میں تیرے مکھڑے اور تیری بانی پر قربان ۔ جن سے تو لوگوں کو سرشار کر دیتا ہے ۔" گرو نانک کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے ۔ ان کی ماں بھی ایک بیراگی کے گھر روتی ہوئی پہنچی تھی ۔ جب اس کا دل کچھ سنبھلا تو اس نے کہا "میرے بچے — میرے لعل — میں تیرے لیے کچھ مٹھائیاں اور پکوان لائی ہوں ۔ ان کو ذرا کھا کر دیکھو ۔"

گرو نانک نے جواب دیا "ماتا جی میرا پیٹ بھرا ہوا ہے ۔ مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں ۔"

ماں نے پوچھا "تو نے بیٹا کیا کھایا ہے ۔ اور اس ویرانے میں تجھے کس نے کچھ کھلایا ہے ؟" گرو جی نے کہا "ماں — جو خدا کو مانتا ہے اس کے لیے یہی بات رس اور لذت ہوتی ہے ۔ جو خدا کی بات سنتا ہے وہ رس اور لذت سے لطف اندوز ہوتا ہے ۔ جو اس کی بات کرتا ہے وہ رس پاتا ہے اور جو اُس کے گیت گاتا ہے وہ کئی اقسام کے مسالوں کا مزہ لیتا ہے اور جس پر

اس کی نگاہ کرم ہو جائے وہ تو چھتیس اقسام کی لذت سے بہرہ مند ہوتا ہے اس کے سوا کچھ اور کھانا جسم کو بیمار بناتا ہے اور دل و دماغ میں برائیاں پیدا کرتا ہے۔"

"بیٹا اگر تو کھانا کھا چکا ہے تو یہ اچھی بات ہے۔" ماں نے کہا۔ بیٹا اب گھر چلو۔ یہ فقیروں کا لباس اُتار دے۔ میں تجھے نئے کپڑے سلوا دوں گی۔ میں ان بھونڈے کپڑوں میں تجھے نہیں دیکھ سکتی۔"

گرُو نانک نے اس بات کا بھی ایسا ہی جواب دیا "میرے لیے سرخ لباس یہی ہے کہ میں اپنے رنگ میں رنگا رہوں۔ میرے لیے سفید لباس یہی ہے کہ میں حق و صداقت میں زندہ رہوں۔ میرے لیے نیلا لباس یہی ہے کہ میں اپنے باطن کی سیاہی کو دھو ڈالوں اور میرے لیے پاپوش یہی ہے کہ میں اپنے رب کے حضور میں کھڑا رہوں!"

اتنے میں گرو نانک کے پتا مہتہ کالو کو بھی گرو نانک کی آمد کا علم ہو گیا اور وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے بیٹے سے ملنے کے لیے آئے۔ وہ بیٹے کو فقیروں کے لباس میں دیکھ کر بہت اداس ہوئے اور اُسے گلے سے لگا کر کہنے لگے "نانک تم میرے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر گھر چلو۔ مجھ سے تمہاری یہ حالت دیکھی نہیں جاتی ہے۔"

گرو نانک اپنے والد کے قدموں پر گر پڑے اور بولے "پتا جی! ہاتھی گھوڑے اور رتھ اب میرے نزدیک کسی کام کے نہیں رہے۔ جو خدا کے راستے پر چلتا ہے۔ وہ کسی دوسرے راستے کا طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ خدا جس کی عظمت کو تسلیم کرتا ہے وہ خدا کے کرم سے اپنے آپ کو دنیا کا شہنشاہ سمجھتا ہے۔"

مہتہ کالو نے کہا "بیٹا۔ گھر چل کر کم از کم گھر کے لوگوں سے مل تو لو۔ تھوڑی سی دیر کے لیے پاس رہنا تاکہ میری بوڑھی ہڈیاں کچھ ٹھنڈک محسوس کریں۔"

گرو نانک نے جواب دیا "خدا کا نام ہی میرے لیے میرا گھر بار ہے۔ خدا کی نظرِ کرم میرا خاندان ہے — میں وہی کچھ کرتا ہوں جو میرا مالک مجھ سے کرواتا ہے۔"

مہتہ کالو یہ سن کر بہت مایوس ہوئے۔ اور وہ کہنے لگے — "اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ کس بات نے تمہیں اداس اور افسردہ بنا رکھا ہے تو میں اسے تمہارے راستے سے ہٹا دوں — اگر تمہیں اپنی بیوی پسند نہیں ہے تو میں تمہاری دوسری شادی کا انتظام کر سکتا ہوں۔"

گرو نانک جی مسکرائے اور بولے — "پتا جی — میں نے اپنے رب سے شادی کر لی ہے۔ وہ جو مجھ سے بات کہلواتا ہے میں کہہ دیتا ہوں۔ وہ مجھ سے جو کچھ کرواتا ہے میں کر دیتا ہوں — مجھے تمام لوگ بھلا سکتے ہیں مگر میرا خدا مجھے بُھلاتا نہیں ہے۔"

اب گرو نانک نے اپنے ماں باپ سے رخصت طلب کی اور بولے "میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں ایک بار آپ سے ضرور آکر ملوں گا۔ میں نے یہ وعدہ پورا کر دیا ہے۔ اب مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں اپنے رب کی رضا کے مطابق عمل کروں۔" — جب اُن کے ماں باپ نے یہ دیکھا کہ ان کی کوئی بھی دلیل کارگر ثابت نہیں ہو رہی ہے تو انہوں نے بھرے ہوئے دل کے ساتھ گرو نانک کو رخصت کیا۔

اب وہ ایک بار پھر پاکپٹن میں شیخ ابراہیم سے ملنے گئے۔ مردانے نے دیرانے میں رباب چھیڑ دیا اور گرو نانک نے یہ شبد پڑھا۔

"اے میرے خدا — تو ہی تختی ہے۔ تو ہی قلم ہے اور تو ہی اس کے اوپر لکھ رہا ہے۔ تو ہی ہمارا واحد خدا ہے۔ ہم دوسرے کی بات کیوں سوچیں۔"

شیخ ابراہیم کے ایک مُرید نے "یہ شبد" سُنا جو اُس وقت جنگل سے گزر رہا تھا۔ اُس نے جاکر شیخ کو اطلاع دی۔ شیخ ابراہیم گرونانک کے خیر مقدم کے لیے آیا۔ اس نے دُعا سلام کے بعد پوچھا۔ "نانک جی آپ کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن اس کے راستے تو دو ہیں۔ آدمی کون سا راستہ چھوڑے اور کون سا اختیار کرے؟" گرونانک نے جواب دیا۔ "شیخ صاحب! اگر خدا ایک ہے تو اس کا راستہ بھی ایک ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اس کا راستہ اپنائے اور دوسرے کو ترک کردے۔ جو پیدا ہو کر مر جاتا ہے اس کی پرستش کا کیا فائدہ۔ آدمی اس کی پرستش کرے جو لافانی ہے۔ اور جو تمام کائنات میں سمویا ہوا ہے۔"

شیخ ابراہیم نے کہا:۔

"پاڑ پٹولا دھج کری کنبلڑی پہر لیو
جنّی ویسی سوہ ملے سوہی ویس کریؤ"

(بابا فرید کا دوہا)

یعنی جی میں آتا ہے کہ اپنے کپڑے پھاڑدوں اور کمبل اوڑھ لوں

جس لباس میں وہ ملتا ہے وہی لباس پہن لوں۔

گرونانک جی نے جواب دیا:۔

"کائے پٹولا پاڑتی، کنبلڑی پہرائے کائے
گھر ہی بیٹھے سو، ملے جو نیت راس کرائے"

یعنی کپڑے پھاڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ کمبل کیوں اوڑھا جائے
گھر بیٹھے ہی خدا مل سکتا ہے اگر نیت صاف ہو۔

پھر شیخ ابراہیم نے پوچھا:۔ کون سو اکھر، کون گن، کون سو مینا منت

کون سو ولیو ہوں کری جت وس آدے کنت"

یعنی ایسا کون سا لفظ ہے، کون سا ایسا وصف ہے اور کون سا ایسا جادو ہے جو محبوب کے دل پر فتح پا لیتا ہے؟

گرو نانک نے جواب دیا:-

"لونِ سوا کھر، کھون گنُ جیبا مینا منت
اے ترے بھیئنے ولیں کر، تا رس آدے کنت

یعنی انکسار وہ لفظ ہے، صبر و تحمل وہ وصف ہے اور شائستگی وہ جادو ہے جو مالک کا دل جیت لیتے ہیں۔

شیخ ابراہیم نے کہا "اے نانک ـــ مجھے کوئی ایسی چھری دیجئے جس کے چلنے سے انسان حلال ہو جائے۔" گرو نانک نے کہا: "شیخ صاحب۔ صداقت کی چھری لیجئے۔ اُس پر خدا کے لفظ کی دھار رکھیے اور پھر اُس کو نیک اعمال کے غلاف میں سنبھال کر رکھیے۔ ایسی چھری کا کاٹا ہوا انسان حلال ہوگا۔"

شیخ ابراہیم نے جب یہ بات سُنی تو گرو نانک کے ہاتھ پکڑ کر چوم لیے اور بولے: "آج میں سرشار و سیراب ہو گیا ہوں۔ آج میں نے آپ میں خدا کا دیدار کیا ہے۔ خدا کے ایسے بندوں سے سوال پوچھنا کفر کے مترادف ہے۔ ایسے لوگوں کا بس دیدار ہی کافی ہوتا ہے۔ اے نانک ـــ میرے حق میں دعا کیجیے کہ خدا سے میری بھی راہ و رسم پیدا ہو جائے۔"

گرو جی نے کہا "شیخ جی ـــ خدا آپ سے راہ و رسم پیدا کرے گا۔ آپ کی بندگی خدا کی بارگاہ میں قبول ہوگی۔ کیونکہ آپ کا دل اُس کے لیے بے قرار رہتا ہے اور اسے ہر وقت اور ہر جگہ ڈھونڈتا رہتا ہے۔"

یہاں سے روانہ ہو کر گرو نانک دیپال پور گئے۔ راستے میں ایک سنیاسی

نے اُن سے پوچھا " اُداس کا کیا مطلب ہے ؟" گروجی نے کہا " دُنیا کی ہر چیز کو استعمال کرنا، لیکن کسی بھی چیز کو اپنی چیز نہ سمجھنا۔ اور ہمیشہ اپنا نہیں بلکہ خدا کا خیال رکھنا۔ یہ ہی "اُداس" ہے۔

یہاں سے گرو نانک گوئندوال پہنچے۔ گاؤں کے باہر ایک کوڑھی رہتا تھا۔ وہ اُن کو اپنی جھونپڑی میں لے گیا اور اُس نے ان کی خوب خاطر و مدارت کی۔ آج تک کوئی بھی شخص اس کے نزدیک تک نہیں گیا تھا۔ اس لیے گرو نانک اور مردانے کا اس کے گھر میں قیام اس کے لیے ممنونِ احسان ہونے کی بات تھی۔

ایک دن اس نے پوچھا " گرو مہاراج ـــ مجھے یہ بتائیے کہ مجھے اس بھیانک بیماری نے کیوں آگھیرا ہے ؟ کیا یہ میرے گذشتہ اعمال کا پھل ہے۔ کیا میں کبھی اس روگ سے نجات حاصل کرسکوں گا ؟"

گرو نانک نے دھناسری راگ میں یہ "شبد" پڑھا:۔

"رب کی "بانی" بھول جانے پر ہمیں روگ آدبوچتے ہیں۔ انسان بار بار بیمار ہوتا ہے۔ بیماری سے بیزار ہوجاتا ہے۔ اور جو خدا کو بھول جاتا ہے وہ ایک کہنہ بیمار کی طرح کراہتا رہتا ہے۔

گرو نانک نے اس کا مفہوم سمجھاتے ہوئے کہا " جب ہم خدا کی "بانی" (کلام) اور اس کے اصولوں کو بھول جاتے ہیں تو ہمیں بیماریاں آدبوچتی ہیں۔ جسم کے روگ تو دوا سے دور ہو جاتے ہیں مگر رُوح کے امراض کو خدا کے آدرش کی آگ میں تپا کر ہی بھسم کیا جا سکتا ہے۔ جس کی روح صحت مند ہوتی ہے وہ جسم کی بیماریوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتا ہے اور جس کی رُوح

مریض ہو اس کے لیے خدا کے نام کے سوا کوئی اور مداوا نہیں ہے۔"
کہتے ہیں گورو نانک نے اِس کوڑھی کی اپنے ہاتھوں سے خدمت کی اور وہ ان کے صدق کی بدولت صحت مند ہو گیا اور گرُو جی کا سچّا بھگت بن گیا۔

۵

”خدا نے یہ زمین تخلیق کی ہے تاکہ وہ اس پر اپنے اصولوں اور آدرشوں کی حکومت قائم کر سکے“

——گرونانک

گرونانک پنجاب کے وسطی حصّوں میں گھومتے ہوئے ایک بار پھر سیّد پور پہنچے جہاں ان کا بھگت بڑھئی لالو رہتا تھا۔ لالو نے جب پٹھان حکمرانوں کے مظالم کا ذکر کیا تو گرو صاحب نے فرمایا —”لالو — جب انسانوں یا قوموں میں نیکی کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو خدا ان کو تباہ برباد کر دیتا ہے۔ پٹھان حکمرانوں کا یہی حال ہونے والا ہے۔“

گرونانک کی یہ پیشگوئی درست ثابت ہوئی۔ جلد ہی بابر نے پنجاب پر اپنا چوتھا حملہ کیا۔ اتنی لوٹ مار اور اتنا قتلِ عام ہوا کہ لوگوں نے دانتوں تلے انگلی دبالی۔ گرونانک کے نرم و نازک دل پر بابر کے ان ابتدائی مظالم کا بہت اثر ہوا اور انھوں نے لالو کو مخاطب کرتے ہوئے یہ شبد پڑھا۔

”اے لالو — میں وہی الفاظ کہہ رہا ہوں جو خدا مجھ سے کہلواتا ہے۔ بابر گناہ کی برات لیے ادھر آرہا ہے اور وہ شمشیر کے زور سے ہماری مادرِ وطن کو اپنی دلہن بنانا چاہتا ہے۔

انسان دھرم اور عزت سے محروم ہو چکے ہیں ۔ ان کو
کوئی شرم نہیں رہی ۔ اور مکر وفریب خراماں آ رہا ہے ۔
قاضی اور برہمن نہیں بلکہ شیطان یہ شادی کروا رہا ہے ۔
عورتیں ـــــ وہ ہندوہوں یا مسلمان آہ وزاری کرتے
ہوئے بیاہ کے گیت گا رہی ہیں ۔
اور مرد اپنے قاتلوں کے گیت گا رہے ہیں اور اپنے ماتھے
پر کیسر کا ٹیکہ لگاتے ہیں ۔ نانک خدا کی حمد وثنا کے گیت گوشت
پوست کے شہر میں گاتا ہے ۔ اور کہتا ہے کہ یہ خدا ہی ہے جس کا
انصاف سچا ہے اور وہی ہر انسان کو اس کا کام سونپتا ہے ۔ وہ
الگ رہ کر ہم سب کو دیکھ رہا ہے ۔ ہمارے اجسام کے پرخچے
اڑ جائیں گے اور پھر ہندوستان کو پتہ چلے گا کہ میرے ان الفاظ
کا مطلب کیا ہے ۔"

بابر نے ایمن آباد کو لوٹ لیا ۔ اور جو شخص قتلِ عام سے بچ گیا اسے
غلام اور قیدی بنا لیا گیا ۔ اُن میں گرو نانک اور مردانا بھی تھے ۔ دونوں
کو باقی قیدیوں کی طرح بیگار پر لگا دیا گیا ۔ گرو نانک سے پہلے بوجھ اُٹھوایا
گیا اور پھر چکی پیسنے پر لگا دیا گیا[1] ۔ مردانے کو گھوڑوں کی سائیسی کا کام سونپا
گیا ۔ باقی قیدی روتے اور کراہتے ہوئے بیگار کا کام کرتے تھے مگر گروجی

---

[1] ہم نے چکی کا ایک پاٹ کابل میں ایک سکھ کے نجی گوردوارے میں دیکھا تھا ۔
متعقد سکھ یہ بات تسلیم کرتے ہیں ، اور "قدیم جنم ساکھی" میں لکھا ہوا ہے کہ گروجی کی
چکی خود بخود چلتی رہتی تھی اور جو بوجھ ان سے اٹھوایا جاتا تھا وہ ان کے سر کے اوپر نظر آتا تھا

درج ذیل شبد بلند آواز میں پڑھتے ہوئے مستی کے عالم میں اپنا کام کیا کرتے تھے۔

"اے خدا — میں تیرا زر خرید غلام ہوں۔ میں کس قدر خوش نصیب ہوں کہ تو نے مجھے خریدا ہے۔ میں تیری دوکان میں کام کر رہا ہوں۔ مجھ پر نوازش ہو۔ میں تیرے حکم کے مطابق تیری خدمت کر رہا ہوں۔ اے خدا تیرا غلام تجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔ میرا باپ بھی تیرا غلام ہے — اور میری ماں بھی۔ میں تیرے غلاموں کا بچہ ہوں — میری ماں ناچتی ہے — میرا باپ گاتا ہے۔ اور میں بھی تجھے خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں"

جب کسی نے بابر کے جرنیل میر خان کو جاکر یہ خبر دی کہ ایک فقیر اپنی بیگار بھگتتے ہوئے خوشی اور احسان مندی کے ساتھ ناچتا اور جھومتا ہے تو میر خان نے اس بات سے بابر کو مطلع کیا — بادشاہ نے کہا — میں ایسے فقیر کا دیدار کرنا چاہتا ہوں۔" جب گرونانک کو بابر کے روبرو پیش کیا گیا تو کہا جاتا ہے کہ بابر نے معافی مانگی اور کہا کہ بے خبری کے عالم میں ایسے ولی اللہ کو دکھ پہنچایا گیا ہے۔ اُسے رہا کیا جاتا ہے۔ لیکن گرونانک نے کہا "میں ہی صرف ایک ایسا شخص نہیں ہوں جس پر ظلم توڑا گیا ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے تمام نسلِ آدم کا یہ حال ہوا ہے" یہ کہہ کر انہوں نے ایک دردناک شبد پڑھا۔

"جن کی زلفوں میں چمک تھی۔ جن کی مانگ میں سیندور تھا۔ اُن کی زلفیں کاٹ دی گئیں۔ ان کے سروں میں خاک ڈالی گئی۔

وہ جو محلوں میں رہتی تھیں ۔ اب ان کو شاہ کے حضور بیٹھنا
بھی نصیب نہیں
اے خدا سب عظمتیں تجھے ہی زیب دیتی ہیں ۔
اے اول و مقدم ! تیری وسعتوں سے کوئی آشنا نہیں ۔
جب یہ بیاہی ہوئی تھیں تو دولہے ان کے پاس حسین
معلوم ہوتے تھے ۔
پالکی میں چڑھ کر آئیں ۔ بناؤ سنگار کیے ہوئے ۔ ان
کے سروں پر سے پانی وارا گیا اور پالکی کی لڑیاں چمک رہی تھیں ۔
یہ ایک لاکھ روپیہ بیٹھنے کا اور ایک لاکھ روپیہ کھڑے
ہونے کا لیتی تھیں ۔
ناریل اور چھوارے کھاتی تھیں ۔ سیج پر سوتی تھیں ۔ مالائیں
پہنتی تھیں ۔ ریشم پہنتی تھیں ۔ ان کی مالائیں ٹوٹ جاتی تھیں ۔ دھن
اور جوانی دشمن ہو گئے ۔ جنھوں نے زندگی میں بہار پیدا کر رکھی
تھی ۔ اگر پہلے ہی خدا کو یاد رکھا جائے تو پھر یہ سزا کیوں ملے ۔
شاہوں کی عقل جاتی رہی ۔ رنگ رلیوں میں بابر نے تباہی مچا دی ،
کسی کو روٹی تک نصیب نہیں ہوتی ۔"

بابر نے کہا ۔ "جنگ میں برے بھلے ، ہندو اور مسلمان اور معصوم
اور گناہ گار کی تمیز نہیں رہتی ۔ لیکن میں نے لودھی پٹھانوں کے مظالم سے لوگوں کو
نجات دلانے کے لیے ہندوستان پر حملہ کیا ہے ۔" گرو نانک نے جواب دیا ۔ "اگر
آپ نے بھی رعایا پر ظلم کیا تو آپ کا بھی یہی انجام ہوگا ۔ گناہ کے بغیر دولت اور
طاقت کو حاصل نہیں کیا جا سکتا ۔ جو دولت اور طاقت گناہ کے ذریعہ حاصل کی جائے

وہ برقرار نہیں رہتی ہے۔ قدرت کا یہی اصول ہے۔"

کہتے ہیں کہ گرو نانک کی یہ سیدھی سادھی باتیں اس قدر اعتقاد اور دانشمندی سے بھرپور تھیں کہ جب بابر نے ان کی پرنور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تو ان کے دل میں ہلچل پیدا ہوگئی۔ بابر گروجی کے قدموں پر گر پڑا اور بولا "اے بندۂ خدا — میری خطا معاف کر دیجیے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں معصوموں کو کبھی نہیں ستاؤں گا۔"

گرو نانک نے کہا "خدا — تمہارا راستہ روشن اور منور کرے۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چل دیے۔

جب وہ سید پور پہنچے تو مردانے نے لوگوں کی آہ وزاری کی آواز سنی، جن کے خاندانوں کے افراد مارے گئے تھے یا قید و بند میں مصائب جھیل رہے تھے۔ مردانے نے گرو نانک سے پوچھا "اے شہنشاہِ صداقت! سبحان تیری قدرت۔ یہ تو بتائیے۔ کہ بروں کے ساتھ اچھے کیوں پس جاتے ہیں؟ بادشاہوں کے گناہ کا صلہ اُن کی رعایا کیوں بھگت رہی ہے؟"

گرو نانک نے جواب دیا "مردانے — جاؤ اور اس برگد کی چھاؤں میں تھوڑی دیر کے لیے جاکر آرام کرو۔ اور اس کے بعد میں تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔" مردانا اُن کا حکم بجا لایا۔ وہ برگد کے نیچے جاکر لیٹ گیا۔ اتنے میں اس کے پیروں پر چیونٹیاں چڑھ گئیں۔ ایک چیونٹی نے مردانے کو اتنے زور سے کاٹا کہ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اور اُس نے غنودگی کے عالم میں تمام چیونٹیوں کو مسل کر رکھ دیا۔ جب وہ گرو صاحب کے پاس پہنچا تو وہ مسکرائے اور بولے "مردانے — ایک چیونٹی نے قصور کیا تھا۔ مگر تم نے سب کو کیوں مار ڈالا؟" مردانا گروجی کے قدموں پر گر پڑا اور بولا "گرو صاحب۔ آپ

کی جو باتیں ہیں وہ صرف آپ ہی جان سکتے ہیں "۔

چاروں طرف کہرام بپا دیکھ کر گرو جی نے کہا "مردانے۔ ذرا رباب چھیڑو"۔ مردانے نے رباب چھیڑ دیا اور گرونانک نے "آسا راگ" میں یہ شبد پڑھا:-

"اے خدا تو نے خراسان کی حفاظت کی مگر ہندوستان میں خوف کی لہر دوڑا دی۔

اے خدا تو نے اپنے اوپر کوئی الزام نہ لیا۔ اور مغلوں کو بھیج دیا تاکہ وہ یہاں موت اور تباہی کا پیغام لائیں۔ اے خدا جب انسانوں کو ایسی سزا ملتی ہے اور وہ چیختے اور چلاتے ہیں تو کیا تیرے دل میں کوئی درد نہیں اُٹھتا؟

اے خالق تو سب کا خالق ہے۔ اگر طاقتور طاقتور سے لڑے تو کوئی بات نہیں۔ لیکن اگر بھوکا شیر گائے بھینسوں کے گلے پر ٹوٹ پڑے تو پھر اس کے لیے مالک کو جواب دہ ہونا پڑتا ہے۔ جن لوگوں نے ہندوستان کے بیش قیمت ہیرے کو تباہ کر دیا ہے اور عذاب بن کر لوٹ پڑے ہیں ان کے جانے کے بعد کوئی ان کو یاد بھی نہیں کرے گا۔

اے خدا تو ہی انسانوں کو آپس میں ملاتا ہے اور جُدا کر دیتا ہے۔ یہ ہی تیری عظمت ہے"۔

جب بابر نے یہ سُنا کہ گرونانک بڑے ہی تند و تیز گیت گا رہا ہے تو اُس نے گرونانک کو پھر اپنے پاس بلایا اور التجا کی "اے اللہ کے پیارے کچھ مانگیے تاکہ میں وہ آپ کو دے سکوں؟" گرونانک نے کہا "اے شہنشاہ۔

احمق ہی ایک دوسرے سے کچھ مانگتے ہیں۔ اللہ کے پیارے صرف اللہ سے مانگتے ہیں"۔ بابر نے اپنی التجا کو پھر دوہرایا۔ گرو نانک نے کہا "اگر آپ میری درخواست کو ٹھکرائیں گے نہیں تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ نے جن بے قصور لوگوں کو قیدی بنا رکھا ہے ان کو رہا کر دیجئے"۔ کہتے ہیں کہ بابر نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد بابر نے گرو نانک کو شراب کا پیالہ پیش کیا۔ بابر شراب کا شیدائی تھا۔ گرو صاحب نے کہا "مجھے ایسا نشہ ہو چکا ہے جو کبھی نہیں اُترے گا۔ مجھے کسی اور نشے کی ضرورت نہیں"۔

بابر ان کی بات کو سمجھ نہ سکا اور شراب کی جگہ اس نے بھنگ پیش کی جسے اُن دِنوں فقیر عام استعمال کرتے تھے۔ گرو نانک نے حسبِ ذیل شبد پڑھا۔

"محبت میری بھنگ ہے۔ میرا دل اُس کی تھیلی ہے —
اے خدا — میں تیرا دیوانہ ہوں اور باقی سب سے جدا ہوں۔
میں اپنے ہاتھوں کا کاسہ بنا کر تیرے دروازے سے صرف
تیرے دیدار کی بھیک مانگتا ہوں"۔

بابر یہ سن کر آداب بجا لایا۔ گرو نانک بادشاہ سے یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ اُسے چاہئے کہ وہ انصاف سے حکومت کرے اور غریبوں پر رحم و کرم کی نظر رکھے۔ جو بات بھی کرے خدا کو ہمیشہ یاد رکھے۔ اگر وہ ان باتوں پر عمل کرے گا تو اس کی حکومت دیر تک قایم رہے گی۔ اور وہ کبھی غم سے دوچار نہیں ہوگا۔

گرو نانک اب پسرور کے راستے سیالکوٹ پہنچے۔ وہاں جا کر وہ ایک بیری کے نیچے جا بیٹھے۔ یہ درخت آج بھی "بابے کی بیری" کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں ان کی یاد میں ایک گوردوارہ بھی تعمیر کیا گیا۔ گرو نانک نے مردانے کو شہر بھیجا اور کہا "میرے لیے بازار جا کر ایک چیز لے آؤ — ہر دکان پر جا کر یہ

پوچھنا کہ میرا گرو ایک ٹکے کا سچ اور ایک ٹکے کا جھوٹ خریدنا چاہتا ہے۔ تمھیں اس کا جو بھی جواب ملے وہ مجھے آکر بتانا"۔ مردانہ اثبات میں سر ہلاکر اور یہ "بہت اچھا حضور!" کہہ کر شہر کی جانب روانہ ہوگیا۔ وہ جانتا تھا کہ گروجی اس بات سے اُسے کوئی نئی تعلیم دینا چاہتے تھے۔

بہت سی دوکانوں پر جاکر مردانے نے اپنا سوال دوہرایا۔ بہت سے دوکانداروں نے ہنس کر ٹال دیا۔ لیکن جب مردانا مولے کی دوکان پر پہنچا تو اس نے کہا— "بھیا— اپنے گرو سے جاکر کہنا کہ جینا جھوٹ ہے اور مرنا سچ ہے"— جب مردانے نے گرو صاحب کو مولے کا یہ جواب جاکر بتایا تو انہوں نے کہا "ہم ایسے شخص سے ملنا چاہتے ہیں"۔ جب مولے کو یہ پتہ چلا تو وہ خود ہی ان کے پاس چلا آیا اور گروجی پر اتنا فریفتہ ہوا کہ ان کے ساتھ ہی ہولیا۔ لیکن چند روز کے بعد گروجی کے ساتھ دشوار زندگی بسر کرنے سے اُکتاکر یہ وعدہ کر کے واپس گھر چلا آیا کہ میں اپنے خاندان سے مل کر جلد پھر آجاؤں گا۔ لیکن وہ واپس نہ آیا۔ جب گرو نانک دوسری بار سیالکوٹ میں سے گزرے تو مولے کے گھر سے اس کا پتہ معلوم کرنا چاہا۔ مولے کی بیوی نے بہانہ کیا کہ وہ تو پردیس گیا ہوا ہے— اور اس کے گھر والوں کو بھی اس کا اتا پتہ معلوم نہیں ہے یہ سُن کر گرو صاحب نے مردانے سے کہا "دیکھا مردانے یہی مولا ہم سے کہا کرتا تھا کہ مرنا سچ ہے اور جینا جھوٹ ہے۔ مگر اب جینے کا اتنا شیدائی بن چکا ہے کہ گھر سے باہر آکر ہم سے ملتا ہی نہیں۔ لیکن یہ جینا تو بہت مختصر جینا ہے"۔ کہتے ہیں کہ بہت جلد سانپ کے کاٹنے سے مولے کی موت واقع ہوگئی— کہتے ہیں کہ وہیں گرو نانک نے یہ "شبد" کہا۔

"جو لوگ جھوٹے ہیں ان سے دوستی آپ کو بھی جھوٹا

بنا دیتی ہے ۔ اے مولیا ۔ ان کو موت یاد نہیں ۔ اور موت
تو جہاں بھی جاؤ آجاتی ہے ؎

یہاں سے گرونانک مٹھن کوٹ گئے ۔ یہاں ایک بہت بڑا مسلمان صوفی میاں مٹھا رہتا تھا ۔ اُس کا نام تو مٹھا (میٹھا) تھا مگر اپنے دل ہی دل میں وہ اپنی درویشی پر بہت نازاں تھا ۔ جب اُسے گرونانک کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے مریدوں سے کہا — " میں جب اس سے ملنے جاؤں گا تو اس کی ساری طاقت یوں نچوڑ لوں گا جیسے لیموں کو نچوڑا جاتا ہے ۔"

جب وہ گرو صاحب سے ملنے آیا تو گروجی نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی ۔ لیکن میاں مٹھا نے بڑے غرور کے ساتھ اکڑ کر پوچھا — " اے نانک — دو چیزیں خدا کی بارگاہ میں قبول کی جاتی ہیں ۔ ایک تو خدا کی پرستش ہے — اور دوسرے اُس کے رسول یعنی حضرت محمدؐ پر ایمان ۔ تمہیں دوسری چیز حاصل نہیں ۔ تم قرآن کے حافظ بھی نہیں ہو ۔ تمہیں نجات ملے گی تو کیسے ملے گی ؟ "

گرونانک نے فرمایا — " میں نیک اعمال کا قرآن پڑھتا ہوں ۔ اور میں چونکہ خدا ہی میں بستا ہوں اس لیے میں کسی پر دارومدار نہیں رکھتا ہوں ۔ جو ایک کو مانتا ہے وہ دوسرے کو کیوں مانے ؟ "

میاں مٹھے نے کہا — " کیا تیل کے بغیر چراغ جلا ہے ؟ " یعنی اس کا مطلب تھا کہ قرآن کی امداد کے بغیر کسی کا دل روشن کیونکر ہو سکتا ہے — گرونانک نے جواب دیا — " اگر جسم کے چراغ میں علم و آگہی کا چراغ جلتا رہے اور اس میں خدا کے خوف کی بتی رہے اور اسے صداقت کی آگ سے جلایا جائے تو انسان کا باطن ضرور روشن ہو گا ۔ جو آدمی جیتے جی دوسرے کے کام آتا ہے اُسے خدا کی بارگاہ میں ضرور جگہ ملتی ہے ۔ "

یہ سُن کر میاں مِٹھو نے پوچھا — علم کیا ہے؟ خدا سے کیسے خوف کھایا جائے؟ اور صداقت کی آگ کیسے جلتی ہے؟ سچ کیا ہے؟" گرو نانک نے فرمایا "جو شخص پیار کرتا ہے وہی علم حاصل کر سکتا ہے۔ اپنے خالق کے در پر جا گرنا۔ اُس سے ڈرنے کے مترادف ہے۔ اُس پر ہمیشہ اعتقاد رکھنا۔ آگ کو مزید بھڑکانے کے مترادف ہے — یہ جاننا کہ وہ ہر جگہ ہے اور ہر ایک میں ہے، صداقت کو جاننے کے برابر ہے۔"

میاں مِٹھے نے پوچھا "خدا کا ایسا کون سا نام ہے جو اسے سب سے زیادہ عزیز ہے؟"

گرو نانک نے جواب دیا "وہ نام جسے انسان اپنے دل میں سمو سکے، اور جس پر اُس کا سارا دل قربان جائے۔ تمہارے لیے وہ نام ہے "اللہ" — یہ کہہ کر گروجی نے تین بار "اللہ — اللہ — اللہ" کہا اور میاں مِٹھے سے رخصت ہوئے۔

وہ لاہور پہنچے۔ وہاں دُنی چند نام کا ایک کروڑپتی رہتا تھا۔ اُس نے اپنے مکان کے آگے بالنوں کے ساتھ بڑے بڑے جھنڈے باندھ رکھے تھے۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ ہر جھنڈا ایک لاکھ روپے کی علامت ہے۔ جب دُنی چند کو گروجی کی آمد کی اطلاع ملی تو اُس نے اپنے مرحوم باپ کی یاد میں دی گئی ضیافت میں شامل ہونے کے لیے گروجی کو دعوت نامہ بھیجا۔ گرو صاحب نے اس کی دعوت منظور کر لی لیکن انہوں نے کہا "میں ضرور آؤں گا لیکن میری ایک شرط ہے۔ میرے پاس ایک یادگار سوئی ہے۔ اس سوئی کی مجھے اگلے جہان میں ضرورت پڑے گی۔ اگر یہ سوئی دُنی چند اپنے پاس سنبھال کر رکھے اور اگلے جہان میں مجھے جا کر دیدے تو میں اس کی یہ دعوت منظور کر لوں گا۔"

یہ سُن کر دُنی چند نے کہا "کبھی اس دُنیا کی چیز اگلی دنیا میں بھی جا سکتی ہے ؟"

اس پر گرو صاحب نے کہا "اگر یہ بات ہے تو دُنی چند اپنی دولت کا مظاہرہ کیوں کرتا ہے ؟ اور اپنے بزرگوں کے نام پر خیرات اور دان دے کر ان تک یہ خیرات پہنچانے کے لیے اس قدر بے قرار کیوں ہے ؟"

دنی چند یہ بات سن کر بہت نادم ہوا اور اُس نے گروجی کے کہنے کے مطابق اپنی ساری پونجی غریبوں میں لٹا دی اور "گرو" کے نام کا ورد کرنے لگا۔

اس کے بعد گرو نانک راوی دریا کے کنارے پر واقع اُس جگہ پہنچے جہاں اب کرتار پور کا شہر آباد ہے۔ وہ یہاں کچھ دنوں کے لیے ٹھہر گئے۔ یہاں اُن کے پاس سات برس کا ایک لڑکا آیا کرتا تھا اور بڑے پیار اور لگن کے ساتھ ان کی باتیں سنا کرتا تھا۔ گرو صاحب نے اُس سے پوچھا "بیٹا تم اتنی چھوٹی سی عمر میں ہی پرمیشور سے اس قدر کیوں لو لگا بیٹھے ہو ؟" اس لڑکے نے جواب دیا "میں نے ایک دن اپنی ماں کو چولھا جلاتے ہوئے دیکھا تھا۔ چھوٹی لکڑیوں نے سب سے پہلے آگ پکڑی۔ یہ دیکھ کر میں نے محسوس کیا کہ زندگی کا کوئی بھروسا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں ابھی سے گروجی کے قدموں میں آگیا ہوں۔"

گرو صاحب اس لڑکے کا یہ جواب سُن کر بہت خوش ہوئے۔ وہ لڑکا بڑا ہوا تو اس کا نام "بابا بڈھا جی" پڑ گیا۔ انھوں نے بڑی لمبی عمر پائی۔ اُنہوں نے پانچ گروؤں کو گدی پر بٹھا کر اپنے ہاتھ سے ان کے تلک لگایا۔

کرتار پور میں گرو نانک کی آمد کی خبر سُن کر دُور دُور سے عورتیں اور مرد ان کے دیدار کے لیے آنے لگے۔ ان کے والد، ان کی ماتا، ان کی بیوی اور بچے اور دیگر رشتہ دار بھی آئے۔ گرو صاحب نے فقیروں کا لباس اُتار دیا اور گرہستیوں

کا لباس پہن لیا۔ سر پر پگڑی، شانوں پر چادر، کمر میں تہمد۔ صبح و شام ایک مذہبی محفل منعقد ہوتی۔

گرو صاحب نے یہاں کاشتکاری بھی شروع کر دی۔ لیکن جو فصل پیدا ہوئی وہ "لنگر خانہ" کی نذر کر دی۔ اس طرح اس "لنگر خانہ" کی بنا رکھی گئی جس میں مذہب ذات اور رتبہ کے بغیر ہر شخص ایک قطار میں بیٹھ کر کھانا کھا سکتا تھا۔

ایک دن ایک برہمن گروجی کے پاس بھیک مانگنے کی غرض سے آیا۔ گروجی صاحب نے اسے لنگر میں بیٹھ کر سب کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کی ہدایت کی لیکن وہ نہ مانا اور کہنے لگا "اگر میں اپنا کھانا آپ بنا کر نہیں کھاؤں گا تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔ پہلے میں زمین کھودوں گا۔ پھر لکیریں کھینچ کر اپنے چوکے کی حد بندی قائم کروں گا۔ اس کے بعد اسے گوبر سے پوتوں گا اور پھر لکڑیاں دھووں گا تاکہ میرے ہاتھوں سے کوئی کیڑا مکوڑا مارا نہ جائے۔ کھانا اس طرح پکایا جائے تو وہ پاکیزہ رہ سکتا ہے۔" گرو صاحب نے کہا "اچھی بات ہے۔ پہلے تم زمین کو کھود لو۔ اگر تمہیں اس زمین میں کوئی کیڑا مکوڑا نہ ملا تو ہم تمہیں کچّی رسد دیدیں گے۔"

کہتے ہیں کہ وہ جس جس جگہ سے دھرتی کو کھودتا تھا اس جگہ سے کیڑے ہی کیڑے نکل پڑتے تھے۔ وہ شرمندہ ہو کر گروجی کے پاس آیا۔ گروجی نے کہا: "اے برہمن دیوتا! ہم کھانے سے ناپاک نہیں ہوتے۔ بلکہ دل کی برائیوں سے ناپاک ہوتے ہیں۔"

اُن ہی دنوں دو سکھ مالو اور بھاگو گرو صاحب کے دیدار کے لیے آئے اور پوچھنے لگے "گروجی۔ کیا ہٹ، تپ اور تیاگ کا بھی کوئی رُوحانی پھل ملتا ہے؟" گرو صاحب نے جواب دیا "جسم کو جلانا پرمیشور کی اچھائی سے انکار کرنا ہے۔ جسم تو مصری کا مندر ہے۔ اگر ہم جان بُوجھ کر دکھ دیں گے تو ہم اپنے رب

کو کیسے خوش کر پائیں گے ؟ انسان کو اپنا جسم نہیں جلانا چاہیے بلکہ اپنی آرزو کو جلانا چاہیے جو دل کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتی ۔ دل کو رب کی رضا کے ساتھ جوڑ دینا چاہیے ۔ یعنی انسان جو کچھ بھی کرے اس کے تابع رہ کر کرے ۔ پاکیزہ وہی ہے جس کا دل پاکیزہ ہے ۔ جو کسی کو ستاتا نہیں ہے ۔ اور سب کی خدمت کرتا ہے اور یہ خدمت بھی خدا کی نذر کر دیتا ہے ۔ اور ذات پات اور کسی امتیاز کے بغیر خدمت کرتا ہے ۔ ہمیشہ منکسر المزاج رہتا ہے ۔ دنیا میں رہتا ہے اور کام کرتے ہوئے آرزو اور تمنّا کو ترک کر دیتا ہے ؎

یہاں گرو نانک دیو نے اپنے ایک جدید ترین شاہکار " بارہ ماہ " کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جس میں بدلتے ہوئے موسموں کے ساتھ اپنے دل کی بدلتی ہوئی حالت اپنے رب کی بیوی کی حیثیت سے پیش کی ہے ۔ یعنی ایک ایسی عورت کی حیثیت سے جس کا خاوند باہر گیا ہوا ہے ۔ گرو نانک نے قدرت کے کئی اقسام کے روپوں میں ایسے معانی اور مفہوم بھر دئے ہیں اور کچھ ایسی تشبیہوں سے ان کی عکاسی کی ہے کہ گرو نانک کی شاعرانہ صلاحیت اور فنکاری کی بے اختیار داد دینی پڑتی ہے ۔ مثال ملاحظہ ہو :-

۱ ۔ " پپیہا پی پی " کے بول ، بول رہا ہے ۔ اور کوئل نغمہ سُنا رہی ہے ۔ تمام رَس اُس کی چولی سے رِس کر اُس کے انگوں میں جذب ہو گئے ہیں ۔

۲ ۔ امرت کی بارش ہو رہی ہے ۔ جو بہت ہی سہانی ہے ۔ ساجن اچانک مل گئے ہیں اور ان سے محبت ہو گئی ہے ۔

۳ ۔ بسنت کی سحر بہت حسین معلوم ہوتی ہے ۔ چاروں طرف ہریالی ہی ہریالی ہے ۔ کاش میرا محبوب گھر آجائے ۔

محبوب گھر نہیں آیا۔ اس لیے محبوب کو کیسے چین میسر آسکتا ہے۔ جدائی اور کرب و اضطراب سے اس کا تن بدن تار تار ہوا جاتا ہے۔

آموں کے پیڑ میں کوئل دلکش نغمہ گا رہی ہے کہ میں اس دکھ کو اپنے انگ میں کیسے برداشت کروں۔ بھونرا گنگناتا ہوا اُڑ رہا ہے۔ ڈالی میں کونپلیں پھوٹ پڑی ہیں۔ اے میری ماں میں کیسے زندہ رہوں۔ اگر خدا جیسا محبوب گھر پر ہی چیت میں عورت کو نصیب ہو جائے تو پھر اسے چین نصیب ہو سکتا ہے۔

۴۔ بیساکھ میں محبوب لباس زیب تن کرتی ہے۔ محبوبہ کی نظر در پر لگی ہے۔ کہ کاش محبوب کہیں سے آجائے۔

۵۔ آساڑھ بھی خوب ہے۔ آسمان میں سورج روشن ہے۔ دھرتی دکھ سہہ رہی ہے۔ بیابان میں آگ بھڑک رہی ہے۔ ویرانے میں آگ ریت کو سراب بنا دیتی ہے۔ سراب کے پیچھے بھاگنے والا تھک جاتا ہے مگر ہمت سراب کے پیچھے بھاگتی ہوئی بھی تھکتی نہیں ہے۔ چھاؤں کا رتھ گھوم رہا ہے۔ جھینگر بول رہا ہے۔ محبوبہ دیکھ رہی ہے۔

۶۔ ساون میں موسلا دھار بارش ہوتی ہے۔ سُہانی رُت آگئی ہے میرا محبوب پردیس چلا گیا ہے۔ محبوب گھر نہیں آتا ہے۔ آہیں بھرتے ہوئے مر رہے ہیں۔ بجلی کڑک کر ڈرا رہی ہے سیج سونی ہے۔ مجھے ڈرا رہی ہے۔ اب موت کے دکھ سے مجھے ہمکنار ہونا پڑے گا۔"

اِن ہی دنوں میں ایک سِکھ نے اپنی بیٹی کی شادی کے لیے گروجی سے مدد مانگی۔ گرُوجی نے اپنے ایک خادم "بھائی بھاگیرتھ" کو لاہور بھیجا کہ وہ اس سکھ کی بیٹی کے لیے سونے کے کچھ زیورات بنوا لائے۔ لیکن وہاں رات نہ بسر کرے۔ بھائی بھاگیرتھ نے بڑی عقیدت کے ساتھ گروجی کے حکم کی تعمیل کی کہ وہاں کے جوہری کا دل جس کا نام سنمکھ تھا۔ اُس کے گرو کے لیے عقیدت کے جذبات سے لبریز ہو گیا اور وہ بھی بھائی بھاگیرتھ کے ساتھ گروجی کے دیدار کے لیے چل پڑا۔ گروجی کے دیدار کے لیے اس کے دل میں کچھ ایسا اشتیاق پیدا ہوا کہ اُس نے اپنی ساری دولت غریبوں میں تقسیم کر دی اور گروجی کے مطابق گروجی کے مذہب کا پرچار کرنے کے لیے لنکا چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ اُس جگہ جاکر وہاں کے راجہ شِونابھ (یا شونابھم) کو بھی اس نے سکھ بنا لیا اور راجہ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ گرو صاحب آئیں اور اُسے دیدار دیں۔

گرو نانک کو یہ پیغام ملا تو وہ لنکا (جسے سنگھلا دیپ بھی کہتے ہیں) کی جانب روانہ ہوئے۔ اُس وقت اُن کے ساتھ دو جاٹ سَیدو اور گھیو بھی تھے۔ جب انھوں نے گرو نانک دیو کو ہر روز صبح دریا میں نہاتے ہوئے دیکھا تو وہ یہ سمجھنے لگے کہ گروجی شاید پانی کے فرشتے خواجہ خضر کی پرستش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں انہوں نے ایک دن خواب میں خواجہ خضر کو دیکھا جو کہہ رہے تھے: "میں تو پانی ہوں ـــــ لیکن گرو نانک ہوا ہیں۔ ہوا میں پانی سمویا ہوا ہوتا ہے۔ ـــــ"
اس طرح اُن دونوں کا بھرم دور ہو گیا اور وہ زیادہ عزت و احترام کے ساتھ گروجی کی خدمت کرنے لگے۔

جاتے جاتے راستے میں انھیں ایک جینی جس کا نام سرکھی تھا گروجی سے ملا اور اس نے پوچھا ـــــ آپ نیا اناج کھاتے ہیں یا پُرانا؟ پانی چھان کر پیتے ہیں یا

بہتا ہوا پانی پیتے ہیں ؛ کیا پھول توڑنے کے لیے آپ درخت کو جھنجوڑا کرتے ہیں؟
اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو آپ متعدد جانداروں کو تباہ کردیتے ہوں گے۔ اس لیے
آپ کو کوئی سچا انسان نہیں کہہ سکتا۔"

گروجی نے جواب دیا۔ "دیوتاؤں نے پانی بلو کر ہی چودہ رتن نکالے تھے
پانی کے کنارے ہی ہندوؤں کے تمام تیرتھ استھان ہیں۔ پانی ہمارے تمام میل
کو دھو دیتا ہے۔ اب رہی جانداروں کی ہلاکت کی بات۔ کون سی چیز ہے جس
میں جان نہیں۔ اناج میں جان ہے۔ پانی میں جاندار ہیں۔ پھولوں اور پتوں
میں زندگی ہے۔ دودھ اور دہی میں جراثیم ہوتے ہیں۔ روح اور دل دانشمندی
سے پاکیزہ ہوتے ہیں اور نجات حاصل کرتے ہیں اور پرماتما کی دی ہوئی پاکیزہ
چیزوں کو ٹھکرانے سے نہیں۔"

کہتے ہیں ایک جزیرہ میں ایک آدم خور جس کا نام کوڈا بتایا جاتا ہے ان
کا راستہ روک کر کھڑا ہوگیا۔ اس وقت گروجی کے ساتھ ایک اور جاٹ سیہو بھی تھا
آدم خور انھیں دیکھ کر اپنے نیزے سے ان کو ہلاک کرکے کھانا چاہتا تھا۔ سیدو اور
گھیو بہت پریشان ہوئے اور گھبرا کر رونے اور چیخنے لگے۔ گرونانک دیوبے حس و
حرکت کھڑے رہے اور انہوں نے یہ شبد پڑھا۔

"اگر خدا مہربان ہو تو وہ اپنے متعقد سے وہی کام کرواتا
ہے جس کا وہ حکم دیتا ہے۔
متعقد پر چاہے کچھ بھی کیوں نہ گزر جائے اسے خدا کی
پرستش کرنی چاہیے۔
ایسا شخص میرے خدا کو قبول ہوتا ہے۔"

خطرے میں بھی نانک جی کے مقدس چہرے پر متانت دیکھ کر اس ظالم کا

دل تبدیل ہو گیا، کہتے ہیں کہ وہ بعد میں ایشور کا بھگت بن گیا۔

وہ آگے گئے تو ان کی ملاقات پیر مخدوم بہاء الدین قریشی کی گدی پر بیٹھے ہوئے ایک پیر سے ہوئی۔ اُسے اپنی رُوحانی عظمت پر بہت ناز تھا۔

گروجی نے کہا۔ "پیر صاحب۔ خدا کا راستہ تو انکسار اور حلیمی کا راستہ ہے جس میں غرور کا نام و نشان تک نہیں ہوتا۔" گروجی کے ان طنز آمیز جملوں کا پیرجی پر بہت اثر ہوا اور وہ بولے "گرو صاحب۔ آپ چند روز تک میرے یہاں اور قیام کیجیے اور مجھے مزید علم آلہی سے آگاہ کیجیے۔" گروجی نے کہا۔ "قیام تو اسی صورت میں کیا جا سکتا ہے اگر دنیا کو بھی قیام حاصل ہو۔ ہمیں تو اس جگہ رہنا ہے جو فانی نہ ہو۔ گزراں نہ ہو۔ جوگی آسن جما کر بیٹھتا ہے۔ مُلّا مسجد کے دروازے پر پڑا رہتا ہے۔ پنڈت مندر میں پوتھی پڑھتا ہے اور کتھا کرتا ہے لیکن میں تو جگہ جگہ گھومتا پھر رہا ہوں۔ کیونکہ ہر جگہ اور ہر ملک ملک میں مجھے اس کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔"

یہ سن کر پیرجی گرو صاحب کے قدموں پر گر پڑے۔

گرونانک لنکا پہنچے تو انہوں نے راجہ کے ایک باغ ہی میں ڈیرا ڈال دیا۔ راجہ کو جب گروجی کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے گروجی کی آزمائش کے لیے چند حسین دوشیزاؤں کو ان کے پاس بھیج دیا۔ ان پری جمالوں نے رقص سے اور اپنے لامثال حسن سے گروجی پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی لیکن وہ ان سے بالکل متاثر نہ ہوئے۔ اس کے بعد راجہ خود چل کر اُن کے دیدار کے لیے آیا اور پوچھنے لگا۔ "کیا آپ جوگی ہیں؟ آپ کا نام اور آپ کی ذات کیا ہے۔" گرو جی نے جواب دیا۔ جوگی تو وہ ہوتا ہے جس کا دل نرم و نازک ہوتا ہے۔ جو پرماتما کے رنگ میں رنگا ہوا ہوتا ہے۔ اور جس کے دل کے آواگون کا چکّر

ختم ہوچکا ہوتا ہے۔ اے میرے رب! تیرا نام کیا ہے۔ تیری ذات کیا ہے؟ جب میں حضور میں جاؤں گا، تو اس سے یہی سوال پوچھوں گا جو لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں۔"

راجہ بہت شرمندہ ہوا لیکن اس نے پھر بھی پوچھا "کیا آپ برہمن ہیں؟"

گروجی نے کہا "برہمن وہ ہے جو "برہم" کے پانی میں نہائے اور اُس ایک پرماتما ہی کو تسلیم کرکے جو "تین لوک" میں سمایا ہوا ہے۔"

راجہ نے پھر پوچھا "کیا آپ کشتری ہیں؟" گروجی نے جواب دیا "میں زبان کے ترازو سے، دل کے پچھیے میں اُس رب کو تولتا رہتا ہوں جس کو تولا نہیں جاسکتا۔ اُس کی ایک ہی دوکان ہے اور وہی سب کا ساہوکار ہے۔ اور اُس کے گاہک بھی ایک جیسے ہیں۔"

راجہ نے پوچھا "کیا آپ ہندو ہیں یا مسلمان؟"

گروجی نے کہا "جو کوئی بھی ہے صرف ایک ہی سے وابستہ ہے اسے صرف ایک ہی رب دکھائی دیتا ہے — دو نہیں۔"

راجہ نے یہ بات سنی تو گروجی کے قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا "حضور۔ مجھے ایسے خدا شناس کے بارے میں کچھ سمجھائیے — وہ کہاں رہتا ہے — وہ کیسے زندگی بسر کرتا ہے۔ اور پرماتما سے وہ کیسے وابستہ ہوتا ہے؟"

گرونانک جی نے کہا "اپنے رب کو پہچاننے والا شعور و آگہی کی بلند ترین منزل میں اور ایسے خلاء میں رہتا ہے جہاں نہ دکھ ہوتا ہے نہ سکھ، نہ اُمید ہوتی ہے نہ آرزو۔ نہ ذات پات ہوتی ہے نہ کوئی نام و نشان۔ نہ حمد و ثنا ہوتی ہے۔ نہ وعظ۔ وہ اپنے دل میں بیٹھا رہتا ہے۔ آسمان کی طرح مطمئن۔ اور اپنے خدا سے لَو لگائے رہتا ہے۔" گرونانک کی یہ تخلیق جسے "پران سنگلی" کہا جاتا ہے ۸۴ بندوں پر مشتمل ہے۔ لیکن اب ملتی نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ راجہ اسے

سُن کر اتنا مسرور ہوا کہ اُس نے کہا "حضور ـــ آپ میری پیٹھ پر سوار ہو جائیے تا کہ میں آپ کو لنکا میں لے چلوں ـــ" گرونانک نے آشیرواد دی اور کہا "آپ کی بھگتی پرمیشور قبول کرے گا ـــ" راجہ گروجی کا بہت بڑا بھگت بن گیا اور اس کی رعایا کہنے لگی کہ ہمارے راجہ کو اب کسی بھی دنیاوی آسائش کی خواہش نہیں رہی۔ اب اس کے دل میں نانک بستا ہے یا پرماتما!"

گرونانک پنجاب واپس آئے تو اچل بٹالہ میں ایک میلے میں پہنچے جہاں جوگی بھاری تعداد میں جمع تھے۔ گرونانک کی آمد کی اطلاع پاکر لوگ اُن کے دیدار کے لیے ٹوٹ پڑے۔ جوگیوں کے دل حسد و رقابت سے جل اُٹھے۔ اُن کا پیشوا بھنگر ناتھ گرو صاحب سے بحث کرنے کے لیے آیا اور کہنے لگا " اے بالکے! تم نے دودھ کو کھٹا کیوں کر دیا ہے۔ تم کہتے ہو کہ تم گرو ہو مگر تم نے گرہستیوں جیسا لباس کیوں پہن رکھا ہے۔ کیا اس طرح کسی کو علم کا مکھن حاصل ہوا ہے؟"

گروجی نے کہا "جس کی ماں عقلمند نہیں ہوتی۔ وہ برتن کو دھوتی نہیں ہے اس لیے دودھ پھٹ جاتا ہے اور کھٹا ہو جاتا ہے ـــ (اس کا مطلب تھا کہ اگر گرو بے وقوف ہو تو وہ اپنے دل کا میل نہیں دھوتا ہے اور علم و آگہی حاصل نہیں کر سکتا) اور جو لوگ خاندان کو ترک کر دیتے ہیں اور گرہستیوں کو گالیاں دیتے ہیں وہ گرہستیوں کے گھر جا کر بھیک کیوں مانگتے ہیں؟"

سادھو نے پھر ایک اور طنز کی ـــ وہ کہنے لگے "لوگ تمہیں معجزنما کہتے ہیں۔ ہمیں بھی کوئی معجزہ دکھا کر اپنی عظمت کا ثبوت دیجیے"

گرو صاحب نے کہا " ناتھ جی! میرے پاس دو ہی معجزے ہیں۔ شبد کا رنگ[1]

---

[1] "بابا آکھے ناتھ جی ـــ اساں لیکھے جوگی دست ناں کائی
گر سنگت بانی بناں دوجی اوٹ نہیں ہے رائی!"

اور گرو کا رنگ ، ان کی بدولت ہی میں انسان کا دل بدل کر اسے دیوتا بنا دیتا ہوں ــــ اگر میں آگ کے کپڑے پہن لوں اور برف کے گھر میں رہوں اور لوہا کھانے لگوں اور دودھ کو پانی سمجھ کر پی جاؤں اور زمین کو دھکیل کر آگے لے جاؤں اور آسمان کو ایک معمولی سے باٹ سے تول لوں تو اس سے مجھے یا دُنیا کو کیا فائدہ ہو گا۔ اگر رب کی رحمت کا دروازہ بند رہے گا تو میں رُوح کے دوامی سکون سے محروم رہوں گا جو رُوحانی زندگی کا سرچشمہ ہے ۔"

کہتے ہیں یہ سُن کر جوگیوں نے گرو جی کو گڑ اور چھال کی بنی ہوئی شراب پیش کی اور کہا "اے نانک ــــ اگر تم اس کو پی جاؤ تو تم بے خود و سرمست ہو جاؤ گے ۔" گرو جی نے شراب پینے سے انکار کر دیا اور بولے "جو کوئی خدا کے حضور میں رہتا ہے ، اور خدا کے پیار کی شمع روشن رکھتا ہے ۔ جو کسی کو ستاتا نہیں ہے ۔ اور جو اپنے آپ کو دوسروں کے حوالے کر دیتا ہے ۔ ان کو خدا کے بندے سمجھ کر وہ ہمیشہ ہی بے خود و سرشار رہتا ہے ۔"

جوگیوں نے پوچھا "اے نانک ! "اداسی" کون ہے ؟" گرو جی نے کہا :۔ "جو علم کی تلوار سے برائیوں سے لڑتا ہے ۔ پانچ بُرے جذبات سے ۔ انا ، حرص ، غصہ ، ہوس اور ناجائز لگن سے ۔ اور جو یہ جانتا ہے کہ عمل کے دس طریقے اور علم و مشاہدہ کے پانچ راستے کیا ہیں ۔ جس کا دل ہمیشہ یادِ خدا سے لبالب رہے اور جو اپنی رُوح کے تیرتھ استھان پر بیٹھا سدا نہائے اور اپنے دل کے غرور کو دھوتا رہے ۔ وہی "اداسی" (تارک الدنیا) ہے ۔"

جوگیوں نے کہا "تمہیں نجات اسی صورت میں ملے گی کہ تم ہماری صفوں میں شامل ہو جاؤ اور جوگ اپنا لو ۔"

گرو نانک نے اس کے جواب میں ایک شبد پڑھا ۔

"اپنے دل میں گرو کے شبد کی مالا پہن لو۔ تن پر رحم و کرم کا چغہ پہن لو۔

خدا جو کچھ بھی کرے اُسے اچھی بات تسلیم کرو۔ اور اس طرح آسان جوگ حاصل کرو۔ شو نگری یعنی کیلاش میں آسن جما کر بیٹھ جاؤ۔ اور نوشتۂ تقدیر سے بے نیاز ہو جاؤ۔ بس آپ کو سنکھ میں شبد کی دھن اچھی لگے اور آپ رات دن یہی ساز بجائیں۔!"

کہتے ہیں گرو نانک دیو نے یہیں "جپ جی" کی تخلیق کی جس میں ان کی زندگی کے فلسفہ کی مکمل تصویر ملتی ہے۔ اس سے سادھوؤں کی منڈلی میں بھی ان کو شہرت حاصل ہوئی۔

یہاں سے گرو نانک کشمیر گئے۔ قدیم "جنم ساکھی" میں لکھا ہے کہ اس سفر کے دوران میں انہوں نے اس قسم کا لباس پہنا۔ سر پر چمڑے کی ٹوپی۔ پیروں میں چمڑے کے جوتے۔ بدن کے گرد رسّے۔ ماتھے پر کیسر کا تلک۔ جیسے وہ کوئی ہندو ہوں اس وقت ان کے ساتھ حسّو نام کا لوہار اور سیاں نام کا جولاہا تھا۔

سری نگر میں ایک بہت بڑا پنڈت جس کا نام برہم داس تھا گرو جی سے بحث کرنے کے لیے آیا۔ وہ اپنے ساتھ دو اونٹوں پر کتابیں لاد کر لایا تاکہ وہ گرو صاحب پر اپنی علمیت کا سکّہ بٹھا سکے۔ اُس کی گردن سے "سالگرام" کی مورتی لٹک رہی تھی۔ وہ گرو صاحب کو عجیب و غریب بھیس میں دیکھ کر بولا ——"تم کیسے فقیر ہو۔ تم نے تو چمڑا پہن رکھا ہے۔ تم نے اپنے بدن کے گرد رسّے کیوں لپیٹ رکھے ہیں۔ تمہارا راستہ کیا ہے؟"

گرو صاحب مسکرائے اور انہوں نے کہا "ایک ہی راستہ ہے اور وہ ایک ہی دروازے کی طرف جاتا ہے۔ سچا گرو ہر ایک کو یہی راستہ دکھاتا ہے۔"

برہم داس بولا "کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس کائنات کا ظہور کیسے ہوا؟ ابتداء میں کیا تھا اور کیا نہیں تھا؟"

گرو نانک نے جواب دیا:۔

"ابتداء میں تاریکی تھی، افراتفری تھی۔ نہ زمین تھی نہ آسمان۔ کچھ بھی نہیں تھا۔ پرماتما کی ناقابل بیان اور حیرت انگیز قوتِ ارادی تھی۔

نہ دن تھا، نہ رات، نہ سورج تھا، نہ چاند صرف پرماتما ہی خلاء میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ نہ ہوا تھی۔ نہ پانی تھا۔ نہ ہی تخلیق کے سرچشمے تھے۔ نہ تقریر تھی، نہ تخلیق تھی۔ نہ تخریب تھی۔ آمد و رفت بھی نہیں تھی۔

نہ سمندر تھے، نہ دریا، نہ براعظم تھے۔ نہ جہنم تھا اور نہ ہی جنت تھی۔ نہ دنیا تھی، نہ پاتال تھا، نہ برہم تھا۔ نہ شو تھا، صرف پرماتما تھا۔

اس کی وسعت کو کوئی نہیں جانتا۔ اور جب اُس کے جی میں آئی اُس نے دنیا تخلیق کر دی جسے ہم سب دیکھتے ہیں اور جس پر ہم یقین لائے ہیں۔

پنڈت برہم داس یہ "شبد" سن کر گرو نانک کے قدموں پر گر پڑا اور ان کی خدمت کرنے لگا مگر اس کے اندر غرور کی جو بو تھی وہ دور نہ ہوئی۔ یہ دیکھ کر گرو جی نے اس سے کہا "تمہیں چاہیے کہ تم کسی کو اپنا گرُو بنا لو۔" برہم داس نے پوچھا "میرا گرُو کون ہو سکتا ہے؟" اُس وقت گرُو صاحب نے اُسے بتایا کہ باہر ویرانے میں ایک مکان ہے۔ جس میں چار فقیر رہتے ہیں۔ وہ اُسے بتا سکتے ہیں کہ

اس کا گرو کون ہو سکتا ہے۔ جب وہ اُن فقیروں کے پاس گیا تو اُنہوں نے اُسے ایک مندر میں جانے کی ہدایت کی۔ جب وہ مندر میں داخل ہوا تو اُس نے دیکھا کہ مندر میں ایک برہنہ عورت بیٹھی تھی۔ جس نے اس کی خاطر و مدارت کرنے کے بجائے اُس کو جوتیوں سے پیٹا۔ جب وہ روتا اور چیختا ہوا واپس آیا تو ان فقیروں نے بتایا کہ وہ عورت "مایا" (فریب) تھی۔ اور لالچ اور فریب ہی اُس کا گرو تھا کیونکہ ہر وقت وہ ان سے دو چار رہتا تھا۔ یہ سُن کر پنڈت جی کو یقین آگیا کہ گرو جی نے اس کے دل کی بات اچھی طرح جان لی تھی۔ اس نے واپس آکر کتابوں کے وہ انبار پھینک دئے اور بڑے انکسار کے ساتھ "گرو" کا نام جپنے لگا۔

اب گرو نانک ہمالہ پہاڑ پر سمیر کی چوٹی پر جا پہنچے۔ وہاں ان لوگوں نے ڈیرا ڈالا ہوا تھا جو بہت سی قوتوں کو اپنے بس میں کر چکے تھے اور جو اپنی کراماتوں کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ اُنہوں نے گرو نانک کو دیکھا تو حیرت زدہ رہ گئے۔ وہ پوچھنے لگے کہ وہ وہاں کیسے آئے تھے اور اپنے پیچھے دنیا کو کس حال میں چھوڑ آئے تھے۔

گرو نانک نے جواب دیا۔

"کلجگ چھری ہے۔ راجے قصائی ہیں۔ انصاف پر لگا کر اُڑ گیا ہے۔ جھوٹ کی تاریکی پھیلی ہوئی ہے اور کوئی یہ نہیں جانتا کہ سچائی کا چاند کب نکلے گا۔"

پھر اُن لوگوں نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟ ذات کیا ہے۔ کس بات پر تمہاری توجہ مرکوز ہے —؟ کہاں رہتے ہو۔ آئے کہاں سے ہو — جانا کہاں ہے؟"

گرو جی نے جواب دیا ”میں اپنے رب کے اندر رہتا ہوں۔ جو ہر دل میں بستا ہے۔ میں وہی کچھ کرتا ہوں جو مجھ سے میرا گرو کرواتا ہے — میں اپنے رب کی رضا کی بدولت اس دُنیا میں آیا۔ اور جب اُس کا حکم ہوگا یہاں سے چلا جاؤں گا۔ خدا کی یاد میں ہمیشہ مگن رہنا۔ یہی میرا دھیان اور گیان ہے۔ میری ریاضت ہے۔ لیکن جو شخص اپنے آپ کو پہچانتا ہے وہی ایسا کرتا ہے۔“

ان لوگوں نے پوچھا ”کیا تم یہ نہیں جانتے کہ دُنیا ایک سمندر ہے جسے پار نہیں کیا جاسکتا؟ اور کوئی بھی اس سے بچتا نہیں۔ ڈوب جاتا ہے۔“

”میں پانی میں کنول یا مرغابی کی طرح رہتا ہوں اس لیے میں ڈوبتا نہیں ہوں — جو شخص ریاضت کرتا ہے اور ایشور کا نام لیتا ہے اور آرزوؤں کے ہجوم میں بے آرزو رہتا ہے اُسے دُکھ ستاتے نہیں ہیں۔“

اور گرو نانک نے کہا ”تم لوگ دُنیا سے بھاگ کر دُنیا کی چوٹی پر آ بیٹھے ہو۔ لیکن اُس دنیا کو جو جل رہی ہے وہی لوگ پُرسکون بنا سکتے ہیں جو اس میں رہتے ہوئے گناہوں کے خلاف جدوجہد کریں۔ یہی میرا راستہ ہے۔“

کہتے ہیں ان لوگوں کو زندگی کا ادراک عطا کرنے کے لیے گرو نانک نے ”سدھ گوشٹھی“ نام کی ایک نظم تخلیق کی۔

اپنے وطن لوٹتے ہوئے گرو نانک دیو حسن ابدال (اب جو پاکستان میں ہے) پہنچے۔ وہاں ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی۔ اس پر ایک مسلمان فقیر رہتا تھا۔ وہ ولی قندھاری کے نام سے مشہور تھا۔ مردانے کو یہاں بہت پیاس لگی۔ نزدیک پانی تھا تو پہاڑی پر تھا۔ جہاں ولی قندھاری کا تکیہ تھا۔ مردانا وہاں پہنچا۔ لیکن ولی قندھاری نے اس کی بے عزتی کی اور اسے واپس بھیج دیا۔ وہ کہنے لگا — اگر تیرا

گرُو اتنا ہی کامل ہے تو جہاں بیٹھا ہے وہیں پانی کیوں نہیں نکال لیتا "۔

مردانے نے واپس آکر یہ بات گروجی کو بتائی ۔ گروجی نے حکم دیا اور مردانے نے ایک جگہ سے کچھ پتھر ہٹا دیے ۔ ان کے نیچے سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا ۔ جب اس بات کا پتہ ولی قندھاری کو چلا تو اس نے غصہ میں آکر پہاڑی کے اوپر سے ایک بہت بڑا پتھر گرو صاحب کی طرف لڑھکا دیا ۔ گرو صاحب نے وہ پتھر اپنے ہاتھ سے روک لیا ۔ وہاں آج کل "پنجہ صاحب" نام کا مشہور گوردوارہ ہے ۔ ایک پتھر پر "پنجے" کا نقش ہے ۔ اسے گرونانک کے پنجے کا نشان مانا جاتا ہے ۔ اُس کے نیچے نیلے پانی کا ایک چشمہ ہے ۔ اور وہاں ایک عظیم الشان گوردوارہ ہے ۔ "بیساکھی" پر وہاں بھاری میلہ لگتا ہے ۔

٦

"جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے!"

—— گورو نانک

گرو نانک نے آخری بار مکہ، مدینہ اور بغداد کا دَورہ کیا۔ اس سفر کے دوران میں مردانا بھی اُن کے ساتھ تھا۔ کسی غیر مسلم کو مکہ شریف جانے نہیں دیا جاتا تھا لیکن گرو نانک نے مسلمان حاجیوں جیسا نیلا لباس پہن رکھا تھا۔ بھائی گُرداس کا کہنا ہے کہ گرو نانک کی بغل میں حاجیوں کی طرح ایک کتاب تھی اور ان کے ہاتھ میں کوزہ اور جا نماز تھی۔ تاکہ کسی کو کوئی شک نہ ہو اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔

جب وہ تھکے ماندے مکہ پہنچے تو رات کو سوتے میں انہوں نے اپنے پاؤں مکہ کی طرف پھیلا دئے۔ مسلمان ہرگز ایسا نہیں کرتے تھے اس لیے جب کسی نے بھی ان کو اس حالت میں دیکھا وہ اس کُفر پر بہت برافروختہ ہوا۔ وہاں کے ایک مولوی نے (جس کا نام بھائی گُرداس نے "جیون" بتایا ہے مگر ہو سکتا ہے کہ اس مولوی کا عربی نام کچھ اور ہو —— اور بھائی گُرداس نے اس کے نام کا پنجابی میں ترجمہ کر دیا ہو)۔ گروجی کے ٹھوکر ماری اور ان کو جھنجوڑ کر جگا دیا۔ وہ غصے میں چلّاتے ہوئے بولا:۔

"اے کافر! تو حج کرنے آیا ہے مگر تجھے اتنا بھی معلوم نہیں کہ تُونے خانۂ خدا کی طرف ٹانگیں پھیلا رکھی ہیں۔؟" گروجی نے بڑے سکون اور آرام سے کہا "وہ حضور۔ جس طرف

خانۂ خدا نہ ہو میری ٹانگیں اُس طرف کر دیجئے۔"

مولوی نے ان کی ٹانگیں دونوں طرف گھمادیں لیکن کہتے ہیں کہ اُس طرف بھی اُس مولوی کو خدا کا جلوہ نظر آیا[1]۔

مولوی نے یہ دیکھا تو اُس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی "اللہ۔ اللہ" اس کے منہ سے نکلا "یہ تو کوئی ولی اللہ ہے جو لوگوں کو خدا کا دیدار کرا دیتا ہے"

اُس نے یہ بات اپنے دوسرے ساتھیوں کو جاکر بتائی "یہاں ہندوستان سے کوئی خدا رسیدہ بزرگ یعنی مردِ خدا آیا ہے جس کے چہرے سے نورِ ربانی جھلکتا ہے اور وہ معجزے بھی دکھا سکتا ہے"

جس نے بھی یہ بات سُنی وہ دوڑتا ہوا آیا۔ انھوں نے پوچھا "اے بندۂ خدا! تم جو ہندوستان سے آئے ہو ہمیں یہ تو بتاؤ کہ مسلمان بڑا ہوتا ہے کہ ہندو! گرو جی نے جواب دیا "بڑا وہ ہے جو خدا کے اندر رہتا ہے اور نیک اعمال کرتا ہے"

جب انھوں نے گرو جی سے پوچھا "کیا آپ رمضان کے مہینے میں روزے رکھتے ہیں؟"

گرو جی نے جواب دیا "میں تو روزہ ہر روز رکھتا ہوں۔ ایک کے سوا میں کسی دوسرے کی طرف دیکھتا ہی نہیں۔ میرے لیے "دوئی" سے منہ موڑ لینا ہی روزہ ہے۔ انسانوں پر رحم کرنا اور آرزو کو ترک کر دینا۔ میں یوُں ہی روزہ رکھتا ہوں"

پھر انھوں نے پوچھا "کیا آپ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں؟ گرو جی نے کہا "میں قرآن نہیں پڑھتا ہوں لیکن میں عمل وہی کرتا ہوں جو میرا خدا مجھ سے کرواتا ہے۔ جو

---

[1] سِکھ مصنفین نے لکھا ہے کہ اس مولوی کو کعبہ اُس طرف گھومتا ہوا نظر آیا جس طرف اُس نے گرو جی کی ٹانگیں گھمادی تھیں۔

آدمی مذہبی کتابیں پڑھتا ہے لیکن اپنے دل کو ٹھکانے نہیں رکھتا ہے اس کا اضطراب کبھی ختم نہیں ہوتا ہے۔ جو آدمی اپنے رب سے اور اس کی کائنات سے محبت کرتا ہے تو پھر وہ جو کچھ بھی کرتا ہے ریاضت اور نماز کے برابر ہوتا ہے آپ ہی کہیے خدا ان لوگوں کو کیونکر ملے گا جن کا خدا دوسروں کے خدا سے ہمیشہ جھگڑا کرتا رہتا ہے۔"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو مسلمان درویش ہندوستان سے حج کرنے کے لیے آئے تھے اور گرو نانک دیو کے راستہ سے واقف تھے (مثلاً شاہ شرف، شیخ ابراہیم، مخدوم بہاء الدین اور ان کے پیرو) جب ان کو گرو جی کی آمد کی اطلاع ملی تو انھوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو سمجھایا کہ گرو نانک کا راستہ قدامت پرستی کا راستہ نہیں بلکہ وہ تو ایک مختلف راستہ پر چل رہے ہیں جو روحانی اور صوفیانہ ہے۔ اس لیے ان سے بحث ترک کر دینی چاہیے۔ وہ خود بھی گرو جی سے ملنے کے لیے آئے اور انھوں نے پوچھا "انسان کو خدا کا فضل و کرم کیونکر نصیب ہو سکتا ہے ؟" گرو صاحب نے کہا "خدا کے قانون کے آگے ہمیشہ سر جھکائے رہنے سے جو سب کے لیے اٹل ہے۔"

گرو نانک یہاں سے مدینہ اور بغداد گئے۔ بغداد شہر کے باہر انھوں نے انوکھے انداز میں اذان دینی شروع کر دی

"پاتالاں پاتال
لکھ آگاساں آگاس!"

اس کا مطلب تھا کہ لاکھوں ہی پاتال ہیں۔ لاکھوں ہی آسمان ہیں! کسی نے خدا کی وسعت کا بھید نہیں پایا۔ صرف خدا ہی کو یہ معلوم ہے کہ اس کی تخلیق کتنی عظیم ہے۔

مولویوں نے اُن کی اذان سنی تو بہت غیظ آلود ہو گئے۔ کیونکہ انہوں نے سن رکھا تھا کہ صرف سات آسمان ہیں اور سات ہی پاتال ہیں۔ لیکن گروجی نے بتایا کہ جو آدمی خدا کی وسعت کا پتہ لگانا چاہے گا وہ تھک ہار کر بیٹھ جائے گا۔

اب تک بغداد میں گرونانک دیو کی یاد میں ایک مقام موجود ہے جس کی دیوار پر یہ الفاظ کندہ ہیں "بابا نانک درویش اور ولی اللہ کی یاد میں یہ مقام سات فرشتوں کی مدد سے تعمیر کیا گیا۔(۹۲۷ ہجری ۱۵۲۰ - ۱۵۲۱ عیسوی)

گرونانک وہاں سے واپس آئے تو آپ نے ملتان میں قیام کیا۔ یہ شہر اُن دنوں فقیروں کا شہر تھا۔ یہاں ہر فرقے کے فقیر رہتے تھے۔ جب ان کو گروجی کی آمد کی خبر ملی تو انہوں نے دودھ کا ایک کٹورا لبالب بھر کے ان کے پاس بھیجا جس کا مطلب تھا کہ یہاں تو پہلے ہی فقیروں کا ایک ہجوم ہے۔ گروجی نے دودھ کے اس کٹورے پر چنبیلی کا ایک پھول رکھ کر کٹورا واپس کر دیا جس کا مطلب تھا کہ میں دودھ پر اس پھول کی طرح کوئی بوجھ ڈالے بغیر اپنی خوشبو پھیلاتا ہوا ان کے درمیان رہوں گا۔ وہ کٹورا دیکھ کر ان کو گرونانک کے انکسار اور باطنی عجز اور عظمت کا یقین آگیا۔

۷

"روشنی روشنی میں مدغم ہو جاتی ہے اور انسان تجلّی سے معمور ہو جاتا ہے"

—— گرُو ارجن

اب گرُو جی نے راوی کے دائیں کنارے پر واقع کرتار پور میں مستقل طور سے سکونت اختیار کر لی۔ جیسا کہ پچھلے باب میں بتایا گیا تھا گرو جی کی بیوی وہاں آ چکی تھی اور ان کا بیٹا لکھمی داس بھی۔ اور دوسرا بیٹا بابا سری چند بھی جو تارک الدنیا ہو چکے تھے۔ جب لوگوں نے یہ سُنا کہ گرو نانک اب اپنا سفر ختم کرنے کے بعد واپس آ چکے ہیں تو ہزاروں لوگ اُن کے دیدار کے لیے آنے لگے۔

یہیں ان کے پرانے رفیق بھائی مردانا نے وفات پائی۔ گرو نانک نے اس کے بیٹے شہزادہ کو اپنے پاس رباب بجانے کے لیے رکھ لیا۔ اُس وقت سے یہ روایت بن گئی کہ سکھ گوردواروں میں ہندو اور سکھ مغنّیوں کی طرح مسلمان مغنی بھی "ہری کیرتن" میں شریک ہوتے تھے۔

یہاں بھائی لہنا جی بھی گرُو نانک کے سکھ بنے۔ وہ ہر سال دیوی کی پوُجا کے لیے ویشنو دیوی کے مندر جایا کرتے تھے۔ اُس سال ان کو ایک سکھ نے مشورہ دیا تھا کہ وہ راستے میں ایک رات کرتار پور میں گزاریں۔ گرو نانک کے

دیدار اور ان کی دل میں گھر کر جانے والی تعلیم نے ان کو اس قدر متاثر کیا کہ وہ گرو جی کے قدموں میں ہی رہنے لگے۔

اب گرو صاحب نے اپنے آخری ایام نزدیک آتے دیکھے تو انھوں نے اپنے تمام حامیوں کی آزمائش کا آغاز کر دیا۔ اُن کے بیٹوں اور ان کی بیوی نے ان کے اقوال کی طرف کم توجہ کی لیکن بھائی لہنا نے گرو نانک کی اطاعت کی ایسی مثال قایم کی کہ گرو صاحب بہت متاثر ہوئے۔ اُس وقت کی بہت سی آزمائشوں کا ذکر قدیم "جنم ساکھیوں" میں ملتا ہے۔ گرو صاحب نے کیچڑ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے میں ایک کٹورا پھینک دیا اور کہا کہ اس کٹورے کو گڑھے سے باہر نکال کر لایا جائے۔ بھائی لہنا کے سوا کوئی بھی اپنے کپڑوں یا جسم کو گندہ کرنے کے لیے تیار نہ ہوا۔

اس قسم کی بہت سی آزمائشوں کے بعد گرو جی کی آخری آزمائش بہت ہی بھیانک تھی۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک وحشی انسان کا روپ دھار لیا۔ اُن کے ہاتھ میں چھُری تھی۔ انہوں نے پھٹا پُرانا چغہ پہن رکھا تھا۔ وہ اپنے ساتھ شکاری کتے لیے ہوئے جنگل کی طرف چل پڑے۔ اُن کے بہت سے پیرو اور خادم ان کو اس بھیانک روپ میں دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ جو لوگ آگے بڑھے ان کو تانبے کے کچھ پیسے پڑے ہوئے ملے۔ وہ اُن کو چن کر واپس آگئے۔ جب کچھ لوگ تھوڑی دور اور آگے گئے تو ان کو چاندی کے سِکّے پڑے ہوئے ملے۔ انہوں نے یہ دیکھ کر کہ گرو جی نے اپنی ساری پونجی لٹا دی ہے وہ چاندی کے سِکّے بٹور کر واپس چلے آئے۔

وہ اور آگے گئے تو ایک چِتا جل رہی تھی۔ جس کے پاس ایک مردہ سفید کپڑوں میں لپٹا ہوا پڑا تھا۔ اُس سے سخت بدبو آ رہی تھی۔ اُس وقت بھائی لہنا

اور دو سکھ ہی گروجی کے پاس رہ گئے تھے۔ گروجی نے خوفناک اور گرجدار آواز میں اپنی آنکھوں سے شعلے اُگلتے ہوئے کہا "جو میرے ساتھ رہنا چاہتا ہے اسے اس مردے کو کھانا پڑے گا۔" دو سکھ تو چیختے ہوئے فرار ہو گئے لیکن بھائی لہنا نے سر جھکا کر کہا "آپ کی جیسی مرضی۔ میں ہر حکم بجالانے کے لیے تیار ہوں۔" جب وہ مردے کی طرف بڑھا تو گرونانک نے اُسے گلے سے لگا لیا اور بولے "اب مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میرے خادموں میں کتنے خادم میرے حکم کی تعمیل کر سکتے ہیں۔"

لہنا جی نہ صرف خدا کی یاد میں محو رہتے تھے بلکہ کھیت پر بھی کام کرتے تھے۔ ایک دن کھیت میں سے چارہ کاٹ کر لائے تو ان کے کپڑے کیچڑ سے لت پت ہو رہے تھے۔ گرونانک دیو کی بیوی نے گرو صاحب سے کہا "آپ اچھے گھر کے لوگوں سے ایسا کام کیوں کرواتے ہیں؟ ذرا دیکھئے تو سہی کہ ان کے کپڑوں کا کیا حال ہو رہا ہے۔" گرو صاحب نے فرمایا "یہ کیچڑ نہیں ہے — کیسر ہے۔ اور یہ کیسر رب نے اس کے کپڑوں پر لگایا ہے۔"

اور یوں ہی ہوا بھی۔ جلد ہی گرونانک نے بھائی لہنا کو اپنی گدی سونپ دی۔ ان کے سامنے پانچ پیسے اور ناریل رکھ کر چار بار ان کے گرد چکر کاٹا۔ اور پھر "بھائی بڈھے" سے کہا کہ وہ بھائی لہنا کے ماتھے پر کیسر کا تلک لگائے۔ گرونانک کے انکسار کی یہ انتہا تھی کہ وہ اپنے حکم کے لیے اپنے بھگتوں سے منظوری لیا کرتے تھے۔

اس کے بعد گرو صاحب نے اپنے تمام خادموں اور اپنے خاندان کے افراد کو جمع کیا اور یہ شبد پڑھا:-

"اے خدا میں تیرا خیر مقدم کرتا ہوں جس نے ہر شخص کو

اس کے کام پر لگا رکھا ہے۔

اور جب انسان کے دن پورے ہو جاتے ہیں۔ پیالہ بھر جاتا ہے تو پھر اے خدا تو روح کو جسم سے الگ کر دیتا ہے۔ اور جب جدائی کی گھڑی آتی ہے۔ رُوح نکل جاتی ہے اور عزیز و اقارب رونے لگتے ہیں۔ سب کو یاد رکھنا چاہیے کہ سب کو ایک دن بچھڑنا ہے۔ یہ زندگی مختصر ہے اور پھر ہم رخصت ہو جاتے ہیں۔ ہمیں یہاں مہمانوں کی طرح رہنا چاہیے اور کبھی فخر نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ دوسری دنیا میں صرف اعمال دیکھے جاتے ہیں اور خدا ان کو قبول کرتا ہے، جو اس میں رہتے ہیں۔ اے خدا —— وہی لوگ ہمارا سچے دل سے افسوس کرتے ہیں جو محبت میں رہ کر افسوس کرتے ہیں۔ جو ہماری بھلائی کے لیے افسوس کرتے ہیں اور ہمارے مال و زر کے لیے نہیں وہی لوگ ہمارے لیے روتے ہیں جو محبت کے لیے روتے ہیں۔"

اور پھر گرو صاحب کے حکم کے مطابق تمام مجمع نے مل کر "کیرتن سوہلے" (خدا کی حمد و ثنا) کا پاٹھ کیا۔ اتنے میں گرو نانک دیو مراقبے میں چلے گئے اور انہوں نے اپنی تجلّی خدا کی تجلّی میں شامل کر دی۔

اب ان کے ہندو اور مسلمان مریدوں میں جھگڑا شروع ہوا۔ مسلمان مرید کہنے لگے کہ ہم ان کو دفنائیں گے۔ ہندو کہنے کہ وہ اپنی رسم کے مطابق ان کا "داہ سنسکار" کریں گے۔ آخر میں ہندوؤں اور مسلمانوں نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں فریقین اپنے اپنے پھول ان کے جسم پر رکھ دیں۔ صبح جس فریق کے پھول کم پژمردہ ہوں گے، وہی فریق ان کے جسم کا وارث ہوگا۔

صبح ہوئی دونوں فریقین کے پھول شگفتہ تھے اور مہک رہے تھے۔ اور جب

انہوں نے چادر اٹھا کر دیکھا تو کہتے ہیں کہ گروجی کا جسم غائب تھا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں نے آدھی آدھی چادر بانٹ لی۔ ایک فریق نے نصف چادر کو دفنایا اور دوسرے فریق نے اپنی رسم کے مطابق اسے آگ کے سپرد کر دیا۔

اس طرح اُس پُراسرار اور عظیم ترین ہستی نے جو اپنی زندگی میں ایک روایت بن چکی تھی اپنے انجام کو بھی اپنی زندگی کی طرح اعجاز آفریں بنا دیا۔ کیونکہ اس کے نزدیک تمام کائنات ایک ہی صداقت کی جھلک اور علامت تھی۔ وہ اس لیے زندہ رہے کہ وہ غم و آلام برداشت کر کے بھی اپنے باطن کو زندہ رکھ سکے اور انہوں نے اس صداقت کو جو نظر نہیں آتی اور نزدیک ترین بھی ہے ہمارے دلوں میں جلوہ بار کیا۔ انہوں نے زندگی کو بھرپور معانی عطا کیے اور زندگی کو وحدت کے مقدس پانی میں دھو کر انسان کو اس کے وجودِ کل یعنی خدا سے وابستہ کر دیا۔ انہوں نے زندگی میں سے زندگی کی ان تمام باتوں کو دھو کر صاف کر دیا جو غیر ضروری تھیں، غیر قدرتی تھیں اور نمائشی تھیں اور ہمارے باطن کی آنکھ اس وجودِ کل پر ڈالی جس سے وابستہ ہو کر انسان زندگی سے لڑتے ہوئے مکمل طور پر آزاد بھی ہوتا ہے اور سرخوشی و مسرت سے بھی دوچار ہوتا ہے۔

..... اور گُرونانک نے کہا

رب

اے رب! تو ایک ہے۔ واحد اور یکتا ہے۔ وجودِ کُل ہے۔ ہر لحاظ سے موزوں ہے، اے رب! تُو صداقت ہے، ہمہ جائی ہے۔ خالق ہے۔ ایک ہستی ہے۔ بے خوف ہے۔ نفرت کے بغیر ہے، زماں و مکاں سے بالاتر ہے۔ تیری کوئی تجسیم نہیں۔ تو روشنی اور آگہی عطا کرنے والا ہے۔ رحیم و کریم ہے۔ (مُول منتر۔ محلہ ۱
"یا گرو گرنتھ صاحب" کے آغاز میں بنیادی نظریہ)

وہ ابتدائے صداقت ہے، روزِ ازل سے صداقت ہے۔ وہ صداقت ہے، اور ہمیشہ ایک صداقت رہے گا۔ (جپ جی۔ محلہ ۱)

ربِّ کریم کو کوئی مقرر نہیں کرتا اور نہ ہی اُسے تخلیق کیا جا سکتا ہے۔ وہ تو واجب الوجود ہے۔ بے عیب اور پاک! جپ جی۔ محلہ ۱۔ ۵)

نیک اعمال سے زندگی کا اچھا رُوپ میسّر آ سکتا ہے لیکن نجات صرف رب کے رحم و کرم اور رحمت سے ہی ملتی ہے۔ (جپ جی۔ محلہ ۱۔ ۵)

اُس کا علم و ادراک ناقابلِ بیان ہے۔ اگر مجھے معلوم بھی ہو تو میں اس کا ذکر نہیں کر سکتا۔ (جپ جی۔ محلہ ۱۔ ۵)

نیک عمل وہی ہے جس پر میرا خدا خوش ہوتا ہے۔ (جپ جی۔ محلہ ۱۔ ۱۶)

اے حرفِ اوّلین۔ اے خالقِ مجاز اور اے سبب اولین۔ میں تیرا خیر مقدم کرتا ہوں تُو صداقت ہے، دائمی مسرت ہے اور تو ہی غیر فانی حسن ہے! (جپ جی۔ محلہ ۱۔ ۲۱)

خدا ہی یہ جانتا ہے کہ وہ کس قدر عظیم ہے! (جپ جی۔ محلہ I - ۲۴)

ہر مقام خدا کا مقام ہے اور ہر جگہ اس کے فضل و کرم کا سرچشمہ ہے اور وہ اسے اپنی مرضی کے مطابق ایک ہی بار بھر دیتا ہے (جپ جی۔ محلہ ۱ - ۳۱)

جو اُسے دیکھ لیتا ہے صرف وہی اسے جانتا ہے (آسا۔ محلہ ۱ - ۴ - ۲)

موت خدا کے لیے نہیں ہے اور کوئی اس کے لیے غم زدہ نہیں ہوتا ہے (آسا۔ محلہ ۱ - ۴ - ۳)

صرف خدا ہی فضل و کرم کرتا ہے اور اس کا فضل و کرم لامحدود اور بیکراں ہے۔ (آسا۔ محلہ ۱ - ۴ - ۳)

اُس کے تحائف کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا اور کون ہے جو عطا اور بخشش کرنے والے کا اندازہ لگا سکتا ہے! (گوری دیپکی محلہ ۱ - ۴ - ۱)

لمحہ، پل، ساعت، شمسی و قمری دن - بدلتے ہوئے موسم - یہ سب کچھ اسی واحد و یکتا آفتاب کا تخلیق کیا ہوا ہے - اسی طرح واحد و یکتا خدا ان گنت چیزوں میں جاری و ساری ہے آسا - محلہ ۱

اے خدا - تیری ہزاروں آنکھیں ہیں مگر کیا تو آنکھیں رکھتا ہے؟

اے خدا - تیرے ہزاروں روپ ہیں مگر کیا تیرا کوئی روپ ہے؟

اے خدا - تیرے کنول جیسے ہزاروں پاؤں ہیں مگر کیا تیرے پاؤں ہے؟

اے خدا - سونگھنے کے لیے تیری ہزاروں ناکیں ہیں مگر کیا تیرے کوئی ناک ہے؟

اے خدا - اے خدا تو عجوبوں کا عجوبہ ہے - تُو روح ہے اور ہر چیز میں مضمر ہے! دھناسری محلہ ۱ - ۴ - ۳

جب کوئی خالقِ حقیقی سے دوچار ہوتا ہے تو صداقت اس پر روشن ہو جاتی

ہے اور وہ صداقت میں مدغم ہو جاتا ہے (سری راگ محلہ ۱ - ۴ - ۱۰)

جب میں اپنے بے پرواہ مالک سے ملا تو میں نے اپنے ارادے اور عقل و دانش کے شور و شغب کو تیاگ دیا (سری راگ محلہ ۱ - ۴ - ۱۱)

ہم کیسے بے خوف ہو سکتے ہیں اگر ہم خدا سے ڈرتے نہیں ہیں اور اس میں جذب نہیں ہو جاتے ہیں۔ (سری راگ محلہ 1 - ۲ : ۱۱)

جس نے ہمیں زندگی اور روح دی جب وہ ہمارے دل میں سما جاتا ہے تو ہمیں امن و سکون عطا کرتا ہے۔ (سری راگ محلہ 1 - ۲ : ۱۱)

جب ہم اپنے باطن میں خدا کا ادراک حاصل کرتے ہیں تو وہ ہم پر اپنا فضل و کرم کرتا ہے اور ہماری تمام غلاظت دھوڈالتا ہے۔ (سری راگ محلہ 1 - ۳ : ۱۲)

لعنت ہے اُس دُلہن پر جو اپنے مالک (خدا) کے بجائے کسی اور سے پیار کرتی ہے۔ (سری راگ محلہ 1 - ۱ : ۱۳)

جو کوئی بھی ایک ہی تجلّی ہر شے میں دیکھتا ہے اور ہر جگہ دیکھتا ہے اور خدا کے طریق عمل کا مفہوم سمجھتا ہے وہ اپنے دل میں خدا کا شعور و ادراک حاصل کرتا ہے۔

(سری راگ محلہ 1 - ۴ - ۱۴)

من مانی کرنے والے خدا سے جدا ہو جاتے ہیں (سری راگ محلہ 1 - ۴ - ۱۸)

وہی لطف ہے۔ وہی لطف اندوز ہونے والا ہے۔ اور واقعی وہی مسرت اور راحت ہے۔ اور وہی حظ اٹھاتا ہے۔ وہی دلہن ہے اور وہی دلہا ہے۔ وہی ہر جگہ موجود ہے۔ وہی سارے کھیل کھیلتا ہے۔ وہی مچھلی ہے۔ وہی ماہی گیر ہے۔ وہی جال ہے اور وہی دریا ہے۔ (سری راگ محلہ 1)

اے خدا تو دریائے عقل و دانش ہے۔ میں غریب مچھلی ہوں۔ میں تیری وسعت سے کیسے آشنا ہو سکتا ہوں؟ (سری راگ)

میں نہ ماہی گیر کو دیکھتا ہوں نہ ہی جال کو دیکھتا ہوں لیکن جب غم و آلام میں مبتلا ہوتا ہوں تو میں تجھے پکارتا ہوں۔ (سری راگ محلہ ۱۔ ۲ : ۳۱)

تُو ہی دور و نزدیک ہے۔ تو ہی درمیان میں ہے۔ تو ہی دیکھتا ہے۔ تو ہی سنتا ہے اور تُو خود ہی سب کچھ تخلیق کرتا ہے۔ (سری راگ محلہ ۱ - ۴ : ۳۱)

وہ صداقت ہے اور صداقت ہی سے پیار کرتا ہے (سری راگ محلہ ۱۔ ۲ : ۳۲)

وہ تیرا خالق ہے۔ اور برتر و مطلق خدا ہے۔ (سری راگ محلہ ۱ - ۱ : ۹۷)

جب وہ تعمیر کرتا ہے یا کسی چیز کو خاک میں ملاتا ہے تو کسی سے مشورہ نہیں کرتا ہے۔ وہ اپنی مرضی سے دیتا ہے اور واپس لے لیتا ہے (سری راگ اشٹ پد ۴ : ۱)

خدا سب پر فضل و کرم کرتا ہے لیکن وہ خود کو اس کے سپرد کرتا ہے جس کو وہ منتخب کرتا ہے۔ (سری راگ محلہ ۱۔ اشٹ پد ۴ : ۱)

ہم سب اپنے مالک کی دلہنیں ہیں۔ اور اس کے لطف و سرور کے لیے بناؤ سنگار کرتی ہیں۔ لیکن اگر ہمیں اپنے حسن پر ناز ہے تو پھر یہ تمام عروسی پوشاکیں بے کار ہیں۔
(سری راگ محلہ ۱۔ اشٹ پد ۱ : ۲)

اے خدا! صرف تو ہی اپنا وصف و کمال ہے۔ تو ہی اپنے اوصاف بیان کرتا ہے اور سنتا ہے اور ان میں محو رہتا ہے۔ تو ہی موتی ہے اور تُو ہی جوہری ہے۔ اور تو قیمت سے بالاتر ہے۔ تو ہی عزت و وقار اور عظمت عطا کرتا ہے (سری راگ محلہ ۱ اشٹ پد ۱ : ۳)

خدا ہی پاک و صاف ہے۔ باقی سب مکر و فریب کے جال میں پھنس جاتے ہیں
(سری راگ محلہ ۱۔ اشٹ پد ۲ : ۳)

اے خدا۔ تُو دکھائی نہیں دیتا مگر تُو ہر دل میں بستا ہے (سری راگ محلہ ۱ اشٹ پد ۲ : ۳)

جو اپنے خدا سے نہیں ڈرتا خوف زدہ رہتا ہے کیونکہ اس کے بغیر اندھیرا ہی اندھیرا ہے (سری راگ محلہ ۱ اشٹ پد ۳ : ۳)

سب لوگ کہتے ہیں کہ "تو بلند سے بھی بلند تر ہے" لیکن اے خدا تجھے کس نے دیکھا ہے؟ یہ تو گرو ہی مجھے دکھاتا ہے اور پھر میں جدھر بھی دیکھتا ہوں تجھے دیکھتا ہوں۔ (سری راگ محلہ ۱ اشٹ پد ۸ : ۳)

اے خدا! ہم سب تیری مرضی سے تخلیق کیے گئے ہیں۔ تیری مرضی سے ہی ہم سب عمل کرتے ہیں۔ تیری مرضی سے ہی ہمیں موت آتی ہے۔ اور تیری مرضی ہی سے ہم وجود حقیقی میں جا ملتے ہیں۔ (سری راگ محلہ ۱ اشٹ پد ۸ : ۴)

وہ اللہ ہے۔ جسے کوئی جان نہیں سکتا۔ جس کی گہرائی تک کوئی پہنچ نہیں سکتا۔ وہ خالق ہے اور سبب ہے۔ اور وہی ہمارا رحیم و کریم ہے۔ (سری راگ محلہ ۱ اشٹ پد ۶ : ۱۷)

وہی دیتا ہے اور وہی لے لیتا ہے اور کہتا ہے "بس اتنا ہی کافی ہے اور کچھ نہیں ملے گا۔" (جپ جی محلہ ۱ - ۳)

جتنی بھی نعمتیں ہیں خدا کی دی ہوئی ہیں۔ اس کے سامنے سب بے بس ہیں۔ کچھ لوگ جاگ رہے ہوتے ہیں اور انھیں یہ تحائف نہیں ملتے ہیں اور کچھ لوگوں کو خواب غفلت سے جگا کر وہ تحائف دے دیتا ہے۔ (سری راگ۔ وار۔ شلوک محلہ ۱)

خدا قدرت کو پیار کرتا ہے اور پھر اس میں خود مضمر ہو جاتا ہے (سری راگ وار شلوک محلہ ۱)

یہ دنیا تنک و شبہ کے باعث گمراہ ہو جاتی ہے لیکن اے اگر تو نہیں تو اور کون گمراہ کرتا ہے۔؟ (سری راگ محلہ ۱)

خدا میرے عیوب و محاسن کی پروا نہیں کرتا۔ یہ اس کا جلی کردار ہے۔ اس نے

مجھے گلے سے لگا لیا اور اب گرم ہوا مجھے چھونے نہیں پاتی (سری راگ محلہ ۱)
تُو یوگیوں میں یوگی ہے اور رندوں میں رند ہے۔ اے میرے عزیز خدا! تیری وسعت اور حدود کو زمین و آسمان اور پاتال میں بھی کوئی نہیں جانتا۔ سری راگ محلہ ۱
دُنیا اندھی ہے اور صرف خدا ہی دیکھتا ہے (آسا محلہ ۱۔ ۱: ۴)
اے خدا! جب تُو ہی مسبب الاسباب ہے تو پھر میں دنیا کا کیوں سہارا لوں اور کس کے پیچھے لوں۔؟ (آسا محلہ ۱ ۲: ۴)
ہمارے دل و دماغ میں جو موسیقی ہے وہ تیری ہی صدا ہے اے خدا! ہمارا جتنا بھی پیکر ہے وہ تیرا پیکر ہے۔ تو ہی وہ زبان ہے جو ذائقہ چکھتی ہے اور تُو ہی وہ ناک ہے جو سونگھتی ہے۔ (آسا محلہ ۱۔ ۱: ۵۳)
تیری عظمت بے پایاں ہے کیونکہ تیرا نام ہی عظیم ہے۔ تیری عظمت بے پایاں ہے کیونکہ صداقت ہی تیرا انصاف ہے۔ تیری عظمت بے پناہ ہے کیونکہ تیرا مقام لافانی ہے۔ تیری عظمت بے پایاں ہے کیونکہ تُو ہی ہماری زبان کو جانتا ہے۔ تیری عظمت بے پایاں ہے کیونکہ تو ہی ہمارے باطنی خیالات کو مقدس بناتا ہے۔ تیری عظمت لامحدود ہے کیونکہ تو بن مانگے عطا کرتا ہے۔ تیری عظمت بے پناہ ہے کیونکہ تُو ہی خالقِ کُل ہے۔ نانک تیری تمام کارکردگیوں کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ کیا ہے۔ کیا ہو گا۔ سب کچھ تیری رضا سے ہو گا۔
(آسا محلہ ۱ وار)
تیری دُنیائیں حقیقی ہیں۔ تیری کائنات حقیقی ہے۔ تیرے خطے حقیقی ہیں۔ وہ تمام پیکر حقیقی ہیں جن کو تُو تخلیق کرتا ہے۔ تیرے اعمال سچّے ہیں۔ تیرے خیالات سچّے ہیں۔ تیرے احکام سچّے ہیں۔ تیری عدالت سچّی ہے۔ تیری رضا سچّی ہے۔ تیرا قول سچا ہے تیرا فضل و کرم سچّا ہے۔ تیری علامت سچّی ہے کروڑوں تجھے سچّا اور

صداقت کے نام سے پکارتے ہیں۔ اے خالقِ صادق! تو ہی تمام قوتیں رکھتا ہے۔ جاہ و جلال رکھتا ہے۔ تیری حمد و ثنا سچی ہے۔ تیری توصیف و تحسین سچی ہے۔ تو ہی سچا بادشاہ ہے۔ اور تیرا کھیل سچا ہے۔ (آسا محلہ ۱ وار۔ شلوک محلہ ۱)

نانک۔ خدا اپنے اصول و قانون کے مطابق عمل کرتا ہے اور دیکھو کہ وہ شعور و ادراک کے ساتھ کام کرتا ہے۔ (آسا محلہ ۱ وار)

خدا کے خوف میں کروڑوں جھونکوں کے ساتھ ہوا چلتی ہے۔ اس کے خوف میں کروڑوں دریا بہتے ہیں۔ اُس کے خوف میں آگ ہے جسے کڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔ اس کے خوف میں زمین ہے جو بوجھ تلے کچلی جا رہی ہے۔ اس کے خوف میں بادل سروں پر منڈلاتے ہیں۔ اس کے خوف میں دھرم راج (ملک الموت) مالک کے در پر کھڑا رہتا ہے۔ اس کے خوف میں آفتاب فروزاں ہوتا ہے۔ اس کے خوف میں چاند چمکتا ہے۔ اور دونوں ہی کروڑوں بار چکر لگاتے ہیں اور بے حساب مسافت طے کرتے ہیں۔ اس کے خوف میں سِدھ کراماتی لوگ، بودھ اور ناتھ یوگی سانس لیتے ہیں۔ اس کے خوف میں ہی آسمان زمین کے اوپر گردش میں ہے۔ اس کے خوف میں جنگ جو اور کڑیل جسم والے سورما لرزتے ہیں۔ اس کے خوف ہی میں انسانوں سے بھری ہوئی کشتیاں آتی اور جاتی رہتی ہیں۔ خدا کا خوف سب کی پیشانی پر ثبت ہے۔ نانک کہتا ہے "صرف خدا ہی قادرِ مطلق ہے خوف سے نا آشنا ہے۔"

(آسا محلہ ۱۔ وار شلوک محلہ ۱)

اے خدا تُو ہی سچا ہے اور تُو صداقت بن کر ہی ہر چیز میں جھلک رہا ہے

(آسا ۱ محلہ ۱ وار)

اے خدا تو ہی خالق ہے۔ میں تخلیق کرنے والا کون ہوتا ہوں؟ کیونکہ اگر میں تخلیق کرتا ہوں تو کچھ بھی تخلیق نہیں کر سکتا ہوں۔ (آسا۔ شلوک محلہ ۱)

اے خدا۔ تیری مخلوق میں تیری ہی تجلّی ہے۔ تیری تجلّی سے ہی تجھے پہچانا جاتا ہے۔ اگرچہ تیری کوئی صفت نہیں مگر تو ہمہ صفت موصوف ہے۔ ۱ (آسا)

جس کی قوت ہمیں برقرار رکھتی ہے۔ آیئے ہم اس سے یہ کہیں۔ "خوش آمدید!" نانک کہتا ہے۔ "مالک کے آگے حکم نہیں چلے گا۔ دُعا ہی سے کام بنے گا۔" (آسا)

ایسی خدمت کا کیا فائدہ جو خدا کے خوف سے نجات نہ دلا سکے؟ نانک۔ وہی مالک کا سچا خادم ہے جو اس میں مدغم ہو جاتا ہے (آسا)

میں وہی کام کرتا ہوں جو میرا خدا میرے سپرد کرتا ہے۔ (آسا)

ہمارا یوگی یعنی ہمارا خدا بے بیج جیسی حالت میں رہتا ہے۔ وہ نہ مرد ہے نہ ہی عورت ہے۔ (دھناسری محلہ 1 اشٹ پد 1)

اگر ڈھونڈنے والا اُسے پکارتا ہے اور مالک کے دروازے پر جا کر ہاتھ پھیلاتا ہے تو مالک اس کی بات سنتا ہے اور خدا اس پر رحم و کرم کرے یا اس پر قہر و غضب ڈھائے تو بھی اُسے اس کی عظمت میں سرمست و بے خود رہنا چاہیے

(آسا محلہ 1۔ ۱:۳)

جو اپنے واحد خدا کا بھید جانتا ہے وہ بلاشک و شبہہ خود خالق ہے اور دیوتاؤں کا دیوتا ہے۔ (رام کلی محلہ 1)

خدا کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ صرف وہی ہے۔ اس کے سوا نہ کبھی کوئی تھا اور نہ کبھی کوئی ہوگا۔ (آسا محلہ 1)

اے میرے عزیز خدا! میں تیرے اور چھور کو نہیں جانتا ہوں۔ تُو زمین، پانی اور خلا پر محیط ہے۔ تو ہر چیز میں سمایا ہوا ہے۔ (سوہی محلہ 1)

جس کے دل و دماغ میں خدا بسا رہتا ہے وہ اپنے آپ کو کھو دیتا ہے۔

(مارو محلہ 1)

مبارک ہے وہ دیارِ جسم جس میں پانچ عظیم عناصر آباد ہیں۔ سچائی، رحم و کرم، قناعت، شعور اور پارسائی۔ اور ان سب کا حکمران خدا ہے۔ بے لوث اور وجد و کیف میں ڈوبا ہوا۔ (مارو محلہ 1)

اُسے کوئی بھی نہیں جانتا جسے جاننا مشکل ہے لیکن اسے پہچانا جائے تو کیسے پہچانا جائے؟ گرو کی وساطت سے ہی پہچانا جا سکتا ہے جو تمھیں یہ دکھاتا ہے کہ تمھارا خدا تمھارے اندر ہی رہتا ہے۔ (بسنت محلہ 1)

اے خدا! تیرے عظیم اور لامحدود درخت پر ہم پرندوں کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں۔ (گجری محلہ 1)

ہمارے خدا کی نہ کوئی ماں ہے نہ کوئی باپ ہے۔ نہ بیٹا ہے نہ رشتے دار ہیں۔ نہ اس میں حرص و ہوس ہے۔ نہ اس کی کوئی بیوی ہے۔ اس کی کوئی ذات پات نہیں ہے۔ اس کا کوئی سلسلۂ نسب نہیں ہے۔ وہ بے عیب ہے۔ پاک و صاف ہے۔ بلند سے بلند تر ہے اور ایسا نور ہے جو سب میں موجود ہے (سورٹھ محلہ 1)

بہار آئی تو رونق و تازگی لائی مگر خدا پہلے ہی تر و تازہ تھا۔ اے خدا تیری وساطت سے ہی سب پھلتے پھولتے ہیں۔ تجھے کسی کی ضرورت نہیں جو تجھے تر و تازہ رکھ سکے۔

(راگ سوہی کی وار محلہ 1 شلوک محلہ 1)

وہ قادرِ مطلق اور بے نیاز ہے۔ لافانی ہے۔ وہ کوکھ سے پیدا نہیں ہوا۔ اس کی کوئی ذات نہیں۔ بے لوث ہے۔ اس کی کوئی صورت نہیں۔ کوئی علامت نہیں۔ اس کی کوئی تھاہ نہیں۔ وہ کسی کو نظر نہیں آتا۔ (بلاول محلہ 1 تھتی)

اُس خدائے صادق نے خود اپنے ہاتھوں سے کائنات قائم کی۔ اس نے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اُن کو جدا کر دیا مگر پھر متحد کر دیا۔ زمین اور آسمان۔ اس نے ان دونوں کو اپنی اقامت گاہ بنا لیا۔ اور اس نے رات اور دن پیدا کیے۔ خوف

اور پیار پیدا کیا۔ اس نے ان چیزوں کی تخلیق کی مگر وہ ان کو دیکھتا بھی ہے۔ ہمارے خدائے واحد کے سوا کوئی اور خالق نہیں ہے۔ (بلاول محلہ ۱ تھتی)

خدا کے سوا کوئی اور ایسا سرچشمہ نہیں ہے جو تخلیق کرتا ہو۔ سب کچھ خدا میں موجود ہے۔ جو کچھ بھی موجود ہے وہ خدا کی دین ہے۔ تیرا خدائے صادق زمانوں سے موجود ہے۔ کوئی اور نہیں تیرا خدا ہی تخلیق کرتا ہے اور تباہ و برباد کرتا ہے۔

(رام کلی محلہ ۱ ۶)

خدا نے بیک وقت تمام دنیا تخلیق کی اور تین دنیاؤں کو اپنے نُور سے معمور کردیا۔

(رام کلی محلہ ۱ دکھنی اونکار۔ ۲)

واحد و یکتا خدا تمام راستوں میں تمام صورتوں میں اور تمام رنگوں میں موجود ہے اور خدا ہی ہوا پانی اور آگ کے ذریعے کام کر رہا ہے صرف ایک ہی روح تینوں دنیاؤں میں گھوم رہی ہے (رام کلی محلہ ۱ دکھنی اونکار۔ ۷)

وہ خود ہی موجود ہے۔ ہوش و حواس کی تفہیم سے بالاتر۔ (رام کلی محلہ ۱ دکھنی اونکار ۱۵)

وہ قائم بالذّات تھا مگر خود ہی ظاہر ہو گیا۔ وہ پاک اور مقدّس تھا۔ وہ اوصاف و محاسن کے بغیر تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو اوصاف و محاسن عطا کر دیئے۔

(رام کلی محلہ ۱ دکھنی اونکار ۲۴)

خدا ہمارے اندر ہے مگر خدا ہمارے بغیر بھی ہے۔ ہاں خدا تینوں دنیاؤں میں موجود ہے۔ (رام کلی محلہ ۱ سِدھ گوشٹی)

اگر خدا کی مرضی ہو تو کوّا ہنس بن جاتا ہے (محلہ ۱)

میں اپنے دوست کی تلاش میں ہوں مگر دیکھیئے کہ میرا دوست ہمیشہ میرے ساتھ رہتا ہے۔ نانک اُسے جاننا مشکل ہے لیکن گرو کی وساطت سے

اسے دیکھا جا سکتا ہے (محلہ 1)

دیارِ جسم میں ذہن کا قلعہ ہے اور آسمان میں (ذہن کا آسمان) دسویں دروازے پر خدائے صادق رہتا ہے۔ (مارو محلہ 1)

جس آگ کو پانی بجھا دیتا ہے اُس آگ کو خدا سمندروں میں ڈال دیتا ہے۔

(مارو محلہ 1)

اے خدا تو غریبوں کی دولت ہے، جن کا کوئی گرو نہیں ہے اُن کا تُو گرو ہے جن کی کوئی عزت نہیں ہے اُن کی تو عزت ہے۔ جن کی کوئی طاقت نہیں ہے ان کی تو طاقت ہے۔ اے گوہرِ تابدار! اے میرے خدا! تو اندھوں کے لیے روشنی ہے۔ (مارو محلہ 1)

دُنیا

لاکھوں کروڑوں سال تک انتشار کا عالم تھا اور لامحدود اور بے پایاں خدا تنہا اپنے اندر بیٹھا تھا اور اس انتشار کے عالم میں بھی بے نیاز تھا اور ابھی ایثار کی دنیا پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس طرح چھتیس یگ گزر گئے۔ ہاں کروڑوں سال۔ اور پھر قادرِ مطلق نے اپنی رضا کے مطابق کرم کیا۔ اس کا کوئی حریف نہیں تھا اور وہ خود لامحدود اور بے پایاں تھا۔ اور جب اس نے چار یگ پیدا کیے تو وہ ان سب میں پوشیدہ رہا۔ وہ سب کے دل میں جلوہ گر تھا۔ اور تمام یگوں میں وہی تنہا موجود تھا۔ (مارو محلہ 1 - ۷)

خدا جو بے نیاز تھا اُس نے خود اپنے آپ کو تخلیق کیا اور اس نے خدائے رحیم وکریم کو جنم دیا۔ اس کی حقیقی بارگاہ۔ وہ ہوا پانی اور آگ کو متحد کر دیتا ہے اور ان سے جسم کا قلعہ تعمیر کرتا ہے۔ خالق خدا نے اس کے ۹ دروازے رکھے ہیں اور دسویں دروازے پر رہتا ہے خدا ۔ لامحدود اور بے پایاں خدا!

مارو محلہ 1 - ۱۶

قادر مطلق اپنے اس وجد و کیف میں بیٹھا تھا جو بار آور نہیں تھا۔ بے نیاز اور لامحدود خدا۔ اور پھر اُس نے خود ہی قدرت کو تخلیق کیا۔ دیکھیے افراتفری کے عالم سے بے جان اور غیر ذی روح قدرت اُبھری اور قادرِ مطلق کے باطن سے ہوا اور پانی اور پوری کائنات نمودار ہوئی۔ اور جسم کا قلعہ نمودار ہوا جس میں دل ودماغ تھا اور اس نے جسم کی آگ اور پانی میں اپنی تجلی بھر دی۔ اس کے وجود مطلق میں ہی تمام قوت مضمر تھی (جو ظاہر نہیں ہوتی)۔ اس کے وجود مطلق سے برہما۔ وشنو اور شِو نمودار ہوئے۔ اس کے وجودِ مطلق کی جھلک تمام کائناتوں میں ملتی ہے!

مارو محلہ 1

اُس کے وجودِ مطلق سے سات پاتال پیدا ہوئے۔ اور تمام دنیا صرف اس کے وجودِ مطلق پر ہی قائم ہے۔ خدا ہی یہ سب کچھ ظہور میں لایا اور ہر کوئی اس کی رضا کے مطابق مصروفِ عمل ہو گیا۔ اس کی ذات مطلق نے تین طریقہ ہائے کار وضع کیے۔ پیدائش موت اور انا کا درد وکرب

مارو محلہ 1 - ۱۷

تمام زندگی میں وہ پُر اسرار طریقہ پر موجود رہتا ہے۔ لیکن خدا ہمارا بادشاہ بے نیاز رہتا ہے۔ نام اس کی عکاسی کرتا ہے جس کا نہ کوئی باپ ہے اور نہ جس کی کوئی ماں ہے۔ نہ اُس کا کوئی بھائی ہے نہ اس کی کوئی بہن ہے۔ نہ وہ جنم لیتا ہے اور نہ مرتا ہے۔ وہ کسی طبقہ یا قبیلہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ ابدیت کا حامل خدا میرے

دل و دماغ کو شادمانی بخشتا ہے۔ مارو محلہ 1 - ۱۸

دُنیا حرکت کرتی ہے اور اس کا وجود زمین طریقہ ہائے کار میں محصور ہے۔ لیکن اے خدا تُو چوتھی حالت میں موجود ہے۔ تُو نے مرگ و پیدائش پر قابو پا رکھا ہے اور تُو مرگ و پیدائش سے بالاتر ہے۔ اور تُو تمام زندگی کی زندگی ہے۔ تُو مقدس نُور ہے اور گرو کے فضل و کرم سے بے پید نغمہ کے ذریعہ تیرا ادراک حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مارو محلہ 1

خدا کا دربار حقیقی دربار ہے۔ تُو کسی کو جواب دہ نہیں۔ تیرا معیار ہی حقیقی معیار ہے اور تیرے نوشتہ کا ہر کوئی پابند ہے۔ مارو محلہ 1

خدا روح میں بستا ہے اور روح خدا میں۔ گرو کی عقل و دانش سے یہی سبق سیکھا جاتا ہے۔ بھیرو - استھاپد محلہ 1

وہی زندہ رہتا ہے جس میں خدا رہتا ہے۔ ماجھ محلہ 1 وار

نامِ خدا

اے خدا۔ جتنے بھی تیرے نام ہیں میں ان سب پر قربان ہوں

بسنت محلہ 1

وہ جسم پاکیزہ اور مقدس ہے جس میں خدا کا سچا نام موجود ہے۔

سری راگ محلہ 1 ۲۱ : ۱۵

خدا کے نام کے بغیر تیرے رنج و آلام تجھے جلا کر خاکستر کر دیتے

ہیں۔ سری راگ محلہ 1۔ ۳ : ۱، ۱

خدا ہی نے اپنے آپ کو تخلیق کیا اور خود ہی اپنا نام رکھا آسا محلہ 1 وار

تیرا نام زبان سے نہیں دل سے لیا جاتا ہے۔ اور وہ لوگ نادر و نایاب ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ کس قسم کا تیرا نام ہے۔ ملہار محلہ۔ 1

خدا کا نام وجدان ہے جو مجھے دن رات مخمور رکھتا ہے محلہ 1

اُسے کسی نے دیکھا نہیں۔ وہ حواس کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ خدا کا نام بے حد میٹھا اور پیارا ہے۔ مارو محلہ 1

میں نے اپنے دل میں اپنے مالک کے نام کا سرمایہ سمیٹ لیا ہے۔ اے خدا! تو جس پر اپنا فضل و کرم کرتا ہے اُسے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ وہ خزانہ ہے جو جلتا نہیں ہے، جسے چرایا نہیں جا سکتا۔ جو ڈوبتا نہیں ہے اور جو تباہ و برباد نہیں ہوتا ہے مارو محلہ 1

میں کسی اور ریاضت یا عقل و دانش سے واقف نہیں ہوں۔ نہ میں کوئی اور لباس پہنتا ہوں اور نہ ہی میں اپنی قوت ارادی کو مجبور کرتا ہوں کیونکہ خدا کا جو نام میرے اندر موجود ہے ایک ابدی صداقت ہے اور میں نے اُسے اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ بلاول محلہ 1

خدا کا نام ہی صداقت ہے مارو محلہ 1

جب خدا کے نام سے دل و دماغ کو چھید دیا جاتا ہے تو پھر آدمی ہر دوسری چیز کو ترک کر دیتا ہے۔ سری راگ محلہ 1

خدا کے نام کی یاد میں تمام زہد و تقویٰ اور ریاضت کا نچوڑ موجود ہے۔

دھنا سری محلہ 1۔ ۸

خدا کا پاک و صاف نام انا کی ساری غلاظت دھو ڈالتا ہے۔ دھنا سری محلہ 1۔ ۲

نانک کہتا ہے:"خدا کے نام کا عظیم جوہر بہت ہی شیریں ہے۔ خدا کے نام سے انسان کی آرزوؤں کی تسکین ہو جاتی ہے۔ (دھناسری محلہ ۱۔ ۲)

صداقت، قناعت اور پرہیزگاری کو اپنا رفیق بنا لو۔ نانک کہتا ہے گرو کے فضل و کرم ہی سے انسان خدا کے نام سے لطف اندوز ہوتا ہے

(رام کلی محلہ 1 سدھ گوشٹی)

جو کچھ بھی موجود ہے وہ اس کے نام سے ظاہر و روشن ہوا ہے۔ اس کا نام ہی تمام تر عقل و دانش ہے (ایضاً)

حقیقی گرو کی بدولت ہی آدمی اس کا نام پاتا ہے اور اس کے نام سے آدمی کو اس کا راستہ ملتا ہے۔ (ایضاً)

کان لگا کر سنو۔ خدا کا واحد نام ہی دوامی طور پر کارگر ہے۔ اور گرو کی ہی دانش مندانہ ہدایت ہے۔ (رام کلی محلہ 1 دکھنی اونکار)

جب خدا کے نام کا سہارا مل جاتا ہے تو چنچل من صداقت میں محصور اور موجود رہتا ہے جو اس کا اصل مقام ہے (رام کلی محلہ 1 سدھ گوشٹی)

خدا کا نام رگ و پے میں سرایت کر جائے تو آدمی انا سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے۔ خدا کے نام میں شرابور ہو کر انسان ہمیشہ صداقت میں رہتا ہے۔ خدا کے رنگ میں رنگے جانے کے بعد انسان کو نجات مل جاتی ہے اور وہ تین دنیاؤں کے بھید سے واقف ہو جاتا ہے اور سدا مسرور و شادماں رہتا ہے۔ (رام کلی محلہ 1 سدھ گوشٹی ۳۲)

خدا کا نام تمام اعمال کا نچوڑ ہے کیونکہ نام کے بغیر انسان دکھ اور موت کے کرب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (رام کلی محلہ 1 سدھ گوشٹی ۵۰)

جو یوگی خدا کے پاک و مقدس نام سے واقف ہوتا ہے اس کا من ذرا سا بھی

میلا نہیں ہوتا۔ (مارو محلہ 1)

میری زبان ترازو کی ڈنڈی ہے۔ میرا دل ترازو ہے اور میں اس میں مالک کے نام کو تولتا ہوں جس کو تولنا مشکل ہے۔ (مارو محلہ 1 - ۱۱)

خدا کا نام ۶۸ مقدس مقامات کی زیارت کے فائدے کے برابر ہے۔ اس کے نام سے انسان کے تمام گناہ دُھل جاتے ہیں۔ اندھا اور بے وقوف پانی کو بلوتا ہے اور عطر ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اگر کوئی گرو کے قول کی رہنمائی میں حسنِ سیرت کا دہی بلوتا ہے تو اسے خدا کے نام کا آبِ حیات میسر آتا ہے

(مارو اشٹ پد محلہ 1)

اگر کوئی سچے نام (خدا) کا سہارا لیتا ہے تو اس کے احباب بھی سچے ہوتے ہیں۔ اس کا گھر بھی سچا ہوتا ہے۔ اس کی خوراک بھی سچی ہوتی ہے اور اس کی محبت بھی سچی ہوتی ہے۔ (راگ مارو اشٹ پد محلہ 1)

گُورُو

جو لوگ خدا کی بارگاہ میں پہنچے اُن کے مقدر میں روزِ ازل سے یہی لکھا ہوا تھا۔

(آسا محلہ 1 - ۴ : ۴)

جب کوئی گُرو کی ہدایات پر عمل کرنے لگتا ہے تو وہ خدا سے ڈرنے لگتا ہے۔

(سری راگ محلہ 1 - ۴ : ۱۱)

جب ہماری ملاقات سچے گُرو سے ہوتی ہے تو ہم خدا کے ادراک کے گوہر سے

فیضیاب ہوتے ہیں ہم اپنا دل و دماغ گرو کے سپرد کرد ہیں اور ہر دلعزیز خدا کو پا لیتے ہیں۔ ہمیں نجات کا تحفہ میسر آتا ہے اور ہمارے گناہ دھل جاتے ہیں۔

(سری راگ محلہ 1 اشٹ پد ۱: ۱۰)

میں دن میں اپنے گرو پر کروڑوں بار قربان جاتا ہوں جس نے بلا تاخیر انسانوں کو دیوتا بنا دیا۔ (آسا محلہ 1 دار شلوک محلہ 1)

حقیقی گرو کی عظمت یہ ہے کہ گھر میں رہتے ہوئے بھی انسان کو نجات مل جاتی ہے۔

(دھناسری محلہ 1 : ۴)

گرُو ایک ایسا سمندر ہے جو موتیوں سے بھرا ہوا ہے۔ رشی منی موتی چن لیتے ہیں اور اس سے وابستہ رہتے ہیں (دھناسری محلہ 1 اشٹ پد: ۱)

گرو کا عطا کیا ہوا شعور ہی وہ تیرتھ استھان ہے جہاں انسان اپنے تمام گناہ دھو ڈالتا ہے۔ (دھناسری محلہ 1 - ۱)

گرو کے در سے گزر کر ہی انسان کو باطنی آنکھ میسر آتی ہے۔ اگر کوئی گرُو کی عقل وخرد سے اپنا برتن دھوتا ہے تو وہ صاف ستھرا ہو کر چمکتا ہے۔

(سوہی محلہ 1 - ۶)

جب کوئی کامل گرو سے ملتا ہے تو اس کے شکوک کے پرخچے اُڑ جاتے ہیں اور اس کا من بھٹکنا بند کر دیتا ہے۔ پھر من کے سرچشمہ سے امرت نکلتا ہے اور وہ نغمۂ مسرت سنتا ہے اور وہ اپنے گھر میں ہی خدا کو دیکھنے لگتا ہے۔

(سوہی محلہ 1 - ۸)

گرُو کی عقل ودانش کی بدولت ہی میرا من بڑے توازن کے ساتھ خدا سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔ (بلاول محلہ 1)

جب کوئی حقیقی گرو کا آسرا لیتا ہے تو پھر وہ دوئی سے نجات حاصل

کر لیتا ہے۔ اس کے تمام نقائص دور ہو جاتے ہیں۔ اس کا گناہ آلود دل پاکیزہ ہو جاتا ہے اور اس کا بدن سونے کی طرح دمکنے لگتا ہے اس کی روح بلند و بالا روح میں مدغم ہو جاتی ہے۔ (بلاول محلہ 1-۳)

گرو کا قول ناد ہے۔ گرو کا قول وید ہے۔ کیونکہ اس کی بدولت ہی اس کی رگ و پے میں خدائے دو عالم سرایت کر جاتا ہے۔ اس میں تمام پرہیزگاریوں، زہد و تقویٰ، روزہ اور زیارتوں کے اوصاف شامل ہیں۔ گرو کے قول سے ہی گرو ملتا ہے اور خدا کے فضل و کرم سے وہ نجات حاصل کر لیتا ہے۔

(رام کلی محلہ 1-۱۰)

جب دل گرو کی قیادت قبول کر لیتا ہے تو وہ دوئی کے احساس کو مٹا کر خدا میں جذب ہو جاتا ہے۔ (رام کلی۔ محلہ 1-۳)

گرو نے صداقت کی لنگوٹی پہن رکھی ہے اور وہ خدائے دو جہاں کی یاد میں محو رہتا ہے۔ اس کی زبان خدا کی محبت سے شرابور ہے۔ حقیقی گرو کی بدولت ہی خدا ملتا ہے جس نے تمام کائنات تخلیق کی ہے کیونکہ خدا گرو کے اعمال پر خوش ہوتا ہے۔ گرو ہم پر واحد و مکمل خدا کو نمایاں کرتا ہے جس میں سب کچھ سمایا ہوا ہے۔ (رام کلی۔ دکھنی محلہ 1-۵)

گرو کا سمندر موتیوں سے بھرا ہوا ہے اور اس میں صداقت کے جواہرات کا ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ (رام کلی محلہ 1 دکھنی اونکار ۲۷)

گرو کا قول خوبصورت ہے۔ اس پر غور و فکر کرتے ہوئے انسان اپنے خدا کو پا لیتا ہے۔ انسان اپنی خودی کو کھو بیٹھتا ہے اور اس کی تمام آرزوؤں کی تسکین ہو جاتی ہے اور دلہن اپنے دولہا سے جا ملتی ہے۔ (رام کلی محلہ 1 دکھنی اونکار ۴۷)

جب کوئی حقیقی گرو سے ملتا ہے تو اس کے من کا اندھیرا دور ہو جاتا ہے اور اس کی انا مطمئن ہو جاتی ہے اور وہ خدا میں جذب ہو جاتا ہے۔

(رام کلی محلہ 1 سدھ گوشٹی 15)

جب آدمی گرو کے قول پر غور و خوض کرتا ہے تو اس کی لاعلمی ختم ہو جاتی ہے۔ اور جب وہ گرو سے ملتا ہے تو اسے نجات کا دروازہ مل جاتا ہے۔

(رام کلی محلہ 1۔ سدھ گوشٹی۔56)

زنگ آلود لوہا بھی جب گرو کے پارس پتھر سے مس ہوتا ہے تو سونے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ (مارو محلہ 1۔ ۲)

حقیقی گرو ملاح ہوتا ہے اور اس کے قول کے چپو اس کنارے پر لے جاتے ہیں جہاں نہ ہوا ہوتی ہے نہ آگ ہوتی ہے۔ نہ پانی ہوتا ہے۔ نہ کوئی پیکر ہوتا ہے۔ اور وہاں ہمارا حقیقی خدا رہتا ہے اور اس کا حقیقی نام ہمیں پار لے جاتا ہے۔ گرو جن لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے وہ اس کنارے پر پہنچ جاتے ہیں جو خدائے حقیقی سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ وہ لوگ ہستی اور عدم پر قابو پا لیتے ہیں۔ ان کی روح بلند و بالا روح میں شامل ہو جاتی ہے۔ گرو کی عقل و دانش ہی سے انسان کے دل میں سکون فروغ پاتا ہے اور انسان حق و صداقت میں جذب ہو جاتا ہے۔ (مارو محلہ 1۔ ۲)

گرو امرت کا تالاب ہے اور ہم اس کے کنارے پر موجود نہیں ہیں۔ میرا تن من خدا کی حمد و ثنا کے لعل و جواہر اور مونگوں اور یاقوتوں سے معمور ہے۔

(مارو محلہ 1 ۸۱)

جو گرو کے اطاعت گزار ہیں ان کے اعمال بھی سچے ہیں۔ نہ وہ آتے ہیں اور نہ وہ جاتے ہیں۔ وہ موت کے قوانین کے تابع نہیں ہیں۔ وہ شاخوں سے نہیں

جڑوں سے چمٹتے ہیں اور ان کے دل ہی میں حق و صداقت کا جوش و خروش ہے

(مارو محلہ 1 - ۱۲)

میں تو اسے ہی گرو مانوں گا جو مجھے حق و صداقت سے سرشار کر دے گا اور جو ایسی بات کہے گا جو کبھی نہیں جا سکتی اور جو مجھے خدا کے نام میں سمو دے گا۔

(دھناسری محلہ 1)

خدا گُرو میں مضمر ہے جو خدا کے قول کی نشرو اشاعت کرتا ہے (ملبار محلہ 1)

حقیقی گرو نے مجھے اس قابل بنایا ہے کہ میں دنیا کو دیکھ سکوں، پاتال کو دیکھ سکوں اور اس کے فضل و کرم سے آسمان کو دیکھ سکوں۔ اے خدا! تو ہی دائی دو جہاں ہے اور رہے گا۔ تو کسی کی کوکھ میں جنم نہیں لیتا۔ بس خدا کو اپنے دل سے دیکھتا ہوں۔ (سورتھ محلہ 1)

جب حقیقی گرو مہربان ہوتا ہے تو انسان خدا کو دیکھتا ہے اور کروڑوں جنم لینے کے بعد خدا کا کلام سنتا ہے (آسا۔ محلہ 1)

گرو کے بغیر خدا کے لیے عقیدت اور محبت ہمارے اندر پروان نہیں چڑھتی ہے اور نہ ہی ہم رشیوں منیوں اور درویشوں کی صحبت میں بار پا سکتے ہیں۔ گرو کے بغیر انسان اندھا ہوتا ہے اور ہمیشہ کشمکش میں مبتلا رہتا ہے۔ گرو کی بدولت ہی من صاف ہوتا ہے اور گرو کے قول ہی سے من پاکیزہ ہوتا ہے۔ گرو سے ملنے پر ہی انسان اپنی خودی پر فتح حاصل کرتا ہے اور وہ خدا کی عقیدت کے یوگ سے ہمیشہ سرشار و سیراب رہتا ہے۔ گرو کا دامن پکڑنے سے ہی انسان اپنے مصائب سے نجات حاصل کرتا ہے۔ نانک کہتا ہے۔ "گرو کی بدولت ہی انسان کو توازن اور سکون کا یوگ میسّر آتا ہے"۔ (بسنت محلہ 1-۶)

گرو سے ملاقات پر انسان کی ذہانت رفیع تر ہو جاتی ہے۔ اور ذہن پاک و

د صاف ہو جاتا ہے اور انسان کو انا سے نجات مل جاتی ہے۔
(بسنت محلہ 1 - ۴)

حقیقی گرو وہ ہے جو سب کو متحد کر دیتا ہے۔ (سری راگ محلہ 1)

نیکی اور بدی

نیک وہ ہیں جن کو خدا کے در پر نیک مانا جاتا ہے (سری راگ محلہ 1 ۴ : ۴)

اے دوست! وہ خوراک اور وہ تفریح بے کار ہے جو دل و دماغ کو بدی سے بھر دیتی ہے اور جو جسم کو کرب و اضطراب سے تڑپنے پر مجبور کر دیتی ہے
(سری راگ محلہ 1 - ۲ : ۷)

جب مجھے خدا پر اعتقاد حاصل ہو گیا تو میرے اندر جو بدی تھی نیکی میں تبدیل ہو گئی۔ (سری راگ محلہ 1 - ۱۱)

عقل مند اور سچا انسان جانتا ہے کہ صرف زمین پر ہل چلانے اور نالیاں بنانے کے بعد ہی بیج بویا جاتا ہے۔ (سری راگ محلہ 1 - ۲ : ۱۲)

جو لوگ اپنی مرضی سے کام لیتے ہیں اور من مانی کرتے ہیں ان کو کبھی سکون میسّر نہیں آتا لیکن جو لوگ خدا کی رضا پر چلتے ہیں وہ اس کی عجوبہ کاریوں سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ (سری راگ محلہ 1 - ۳ - ۱۹)

جب انسان کی روح بلند و بالا روح میں مدغم ہو جاتی ہے اور جب اس کا ذہن گرو کے بلند و برتر ذہن سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے تو پھر ظلم و تشدد کی خواہش

انا اور دماغ کی آوارہ سری ختم ہو جاتی ہے اور ہمارے شکوک و مصائب بھی رفع ہو جاتے ہیں۔ (سری راگ محلہ 1-۲: ۲۰)

اگر نیک اعمال تیرا کھیت ہوں۔ تولِ خدا تیرا بیج ہوں اور راہِ حق تیرا پانی ہو تو پھر اعتقاد کی فصل اُگے گی۔ اور اس طرح تو جنت اور جہنّم کا علم حاصل کرے گا۔ (سری راگ محلہ-1-۱-۲۷)

تو گناہ کے کیچڑ سے آلودہ ہے۔ تو ایک مینڈک کی طرح عمل کرتا ہے جو یہ جانتا نہیں ہے کہ وہ کنول (خدا) کے ساتھ رہتا ہے۔ بھونرا تجھے محبت کا سبق سکھاتا ہے مگر تو سمجھا ہی نہیں ہے۔ (سری راگ محلہ 1-۳: ۳۰)

میں جتنا ہوشیار اور چالاک ہوں گا اُتنا ہی زیادہ بوجھ مجھے اُٹھانا پڑے گا۔

(سری راگ محلہ 1-۳: ۲۷)

جس کے اعمال نیک ہوں اس کا ذہن بھی کامل ہوتا ہے۔

(سری راگ محلہ 1-۳: ۳۰)

ہم اس کے پودے ہیں۔ دنیا اس کا باغ ہے۔ وہ درختوں کو اُن کے پھلوں کے مطابق نام عطا کرتا ہے۔ (سری راگ محلہ 1-۲: ۳۲)

انسان اپنے ذہن کی رَو میں بہتا ہے۔ اور وہی پھل جمع کرتا ہے جو اس کے مقدر میں ہوتے ہیں۔ جیسے بیج بوتا ہے ویسی فصل کاٹتا ہے۔ (سری راگ محلہ 1 ۲-۳۲)

اے عورت! اوصاف جمیلہ کے بغیر مسرت کہاں ملتی ہے۔

(سری راگ محلہ 1 اشٹ پد ۳: ۱۱)

خدا اپنے فضل و کرم سے ہی ہمیں کچھ عطا کرتا ہے۔ جیسے ہمارے اعمال ہوتے ہیں ویسا ہی ہم فیض پاتے ہیں۔ (سری راگ محلہ 1 اشٹ پد ۳: ۱۱)

اے خدا! وہ تمام لوگ جن کو تو پسند کرتا ہے نیک ہوتے ہیں۔ بجائے خود نہ کوئی اچھا ہوتا ہے نہ کوئی بُرا ہوتا ہے۔ (سری راگ محلہ ۱ اشٹ پد ۳ : ۱۱)

جو لوگ فرشتہ سیرت ہوتے ہیں اُن کی خوراک اعتقاد اور قناعت ہے۔

(سری راگ وار شلوک محلہ ۱)

دل کی تمنائیں نرسنگھوں اور گھنگروؤں کی طرح شور مچاتی ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ دنیا کا ڈھول بجتا ہے۔ کلجگ کی دھن پر دل ناچتا ہے۔ پرہیزگار لوگ کہاں جائیں؟

(آسا محلہ ۱-۱ : ۴)

تمھارے دل میں جو نور ہے اُس سے دیکھنے کی کوشش کرو اور خدا کی ذات نہ پوچھو کیونکہ اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ذات پات کسی کام نہیں آئے گی۔

(آسا محلہ ۱-۲ : ۳)

اگر انسان اپنی بھلائی چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ نیکی کرتے ہوئے اپنے آپ کو ادنیٰ اور خاکسار محسوس کرے۔ (آسا محلہ ۱ وار پوڑی ۵)

اگر نیکی کے صلے میں نجات کا انعام طلب کیا جائے تو اس کا سارا حسن زائل ہو جاتا ہے۔ (ایضاً)

ہم اپنے ذہن کے چھوٹے پن کی وجہ سے خدمت کا وصف بھی کھو بیٹھتے ہیں۔

(آسا محلہ ۱ وار)

کسی کو بُرا نہ کہیئے۔ یہی علم کا نچوڑ ہے۔ اور احمق سے بحث نہ کیجیے۔

(ایضاً)

اے نانک۔ تُرش کلامی سے انسان کا جسم اور دماغ بدمزہ ہو جاتا ہے۔ خدا کی بارگاہ میں ترش کلامی کرنے والے شخص کو ٹھکرا دیا جاتا ہے۔ سب اُس کے منہ پر تھوکتے ہیں۔ (ایضاً)

وہ محبت کیسی ہے جو دوسرے سے چمٹی رہتی ہے؟ اور جو انسان خدا کی محبت میں جذب ہوجاتا ہے سچا عاشق ہے۔ اور جو شخص صرف اُس وقت اچھا ہوتا ہے جب اس سے اچھائی کی جاتی ہے اور جب اس کی مخالفت کی جائے تو مخالف ہوجاتا ہے اسے ہرگز عاشق نہ کہیے۔ کیونکہ وہ محبت کا بیوپار کرتا ہے۔

(آسا محلہ 1-۲:۳)

وہ انسان جو خوش آمد بھی کہتا ہے اور اپنے مالک سے بدتمیزی بھی کرتا ہے اسے جڑ سے اُکھاڑ دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے یہ دونوں پہلو جھوٹے ہوتے ہیں اور خدا کی نظر میں ان کی کوئی وقعت نہیں۔ (ایضاً)

بے وقوف کی دوستی، انانیت پسند کی محبت پانی پر کھینچی ہوئی لکیر ہوتی ہے جس کا نام ونشان تک باقی نہیں رہتا۔ (ایضاً)

وہ کان جو غیبت سنتے ہیں بُرے ہیں۔ وہ ہاتھ جو پرایا مال چھین لیتے ہیں بُرے ہیں۔ وہ آنکھیں جو دوسرے کی عورت کے حسن سے لطف اندوز ہوتی ہیں بُری ہیں۔ وہ زبان جو خدا کے نام کی لذّت کے بجائے کسی اور لذّت کو چکھتی ہے بُری ہے۔ وہ ذہن جو کسی اور کے لیے تڑپتا ہے بُرا ہے۔ وہ انسان جو دوسرے کا بھلا نہیں کرتا بُرا ہے۔ اوہ! وہ بُو بُری ہے جو بدی سے اُٹھتی ہے! (ایضاً)

اُس زندگی پر لعنت ہے جو محض اپنا پیٹ بھرنے کے لیے بسر کی جائے۔

راگ سوہی۔ وار۔ شلوک محلہ 1

جھوٹے کی نہ کوئی عزت ہوتی ہے اور نہ اس کا کوئی نام ہوتا ہے اس کالے کوّے کی طرح جو ہمیشہ گندہ رہتا ہے یا اُس پرندے کی طرح جو پنجرے میں بند رہتا ہے جو سلاخوں کے پیچھے چہکتا ہوا پھدکتا تو رہتا ہے مگر جسے رہا

نہیں کیا جاتا۔ (بلاول محلہ 1۔ تھتی)

جس انسان کے دل میں "میری۔میری" کا احساس اور خواہش ہو اور جس کے دل و دماغ میں عورت بسی ہو وہ نہ اس دُنیا کا انسان ہے نہ دوسری دُنیا کا۔ (رام کلی محلہ 1-۲)

ہوس اور غصہ دو فصلیں ہیں۔ دن اور رات موسم ہیں۔ ہم اپنے جسم کے کھیت کی سینچائی لالچ سے کرتے ہیں۔ اس میں فریب کے بیج بوتے ہیں اور ہماری خواہش ہل چلاتی ہے۔ ہل بُری نیت کا ہے۔ اور فصل ہوتی ہے گناہ کی۔ خدا کی رضا سے انسان یہ صلہ پاتا ہے۔ اور جب اُس سے حساب طلب کیا جاتا ہے تو اس کے اعمال کی کوکھ کو بانجھ قرار دیا جاتا ہے۔

(شلوک محلہ 1 رام کلی کی وار محلہ ۳)

اگر محبت کھیت ہو، پاکیزگی پانی ہو، صداقت اور قناعت دو بیل ہوں۔ انکسار ہل ہو۔ شعور ہل چلانے والا ہو۔ خدا کی یاد صحیح زمین ہو۔ وصالِ خدا موسم ہو اور بیج خدا کا نام ہو تو دنیا ایک فریب دکھائی دیتی ہے۔ نانک اگر انسان کے ایسے اعمال ہوں تو پھر خدا کے فضل و کرم سے وہ خدا سے جدا نہیں ہوتا۔ (شلوک محلہ 1 رام کلی کی وار محلہ ۳)

اگر تُو خدا کی رضا کو للکارتا ہے تو تیری محبت کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر تُو بازو کو دونوں طرف جھٹکتا ہے تو تیرا بازو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر تیری زبان تُرش ہے تو پھر بھی تیری محبت کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ تیرا خدا بدنیت دُلہن کو چھوڑ دیتا ہے۔ (رام کلی محلہ 1 دکھنی اونکار ۲۸)

ہمارے اعمال وہ کتاب ہیں جس کو ہمارا ذہن خواہش کی روشنائی سے لکھتا ہے اور یہ تحریر دو اقسام کی ہوتی ہے۔ اچھی اور بُری۔ اور نوشتۂ تقدیر

ہیں جس طرف لے جاتا ہے ہم اس طرف چلے جاتے ہیں۔ لیکن خدا کے اوصاف ان گنت ہیں اور ان کی بدولت ہم اپنے دل و دماغ پر قابو پا سکتے ہیں۔

(مارو محلہ ۱

حرص و طمع کتیا ہے۔ جھوٹ مہتر ہے۔ دھوکہ دہی پنجر کھانے کے مترادف ہے۔ بہتان غلاظت ہے جس کا مزہ میری زبان چکھتی ہے اور غصہ آگ ہے جو چنڈال کی طرح مجھے جلا دیتا ہے۔ (سری راگ محلہ ۱۔۴: ۴)

خدا کا جن پر فضل و کرم ہوتا ہے ان کی حرص و طمع اور چاہ مٹ جاتی ہے۔ ان کی دشمنی، انا اور کشمکش بھی ختم ہو جاتی ہے اور ان کے غصہ کا اور رجاز یعنی عظیم فریب سے ان کی محبت کا بھی قلع قمع ہو جاتا ہے۔

(سری راگ محلہ ۱۔ ۳: ۱۴)

وہ انسان جو اپنے دامن کو گناہ سے داغ دار کر لیتا ہے اسے خدا کی بارگاہ میں پناہ نہیں ملتی ہے۔ (دھنا سری محلہ ۱۔۵)

جس طرح بھٹی میں لوہا پگھل جاتا ہے اور پھر ڈھلتا ہے اسی طرح بد اعمال کو بار بار جنم لینا پڑتا ہے۔

(سوہی محلہ ۱۔۴

دُکھ سُکھ

غم مداوا ہے اور عیش وعشرت ایک بیماری ہے۔ جہاں عیش وعشرت ہے اے خدا وہاں تو نہیں ہوتا ہے (آسا محلہ ۱ وار شلوک محلہ ۱)

وہی دانش مند ہے جو خدا کی رضا پر چلتا ہے۔ اور جو دُکھ اور سُکھ کو ایک ہی بات سمجھتا ہے (ایضاً: ۵)

اگر ڈھونڈنے والا پکارتا ہے اور خدا کے در پر جا کر ہاتھ پھیلاتا ہے تو خدا اس کی صدا سنتا ہے۔ خدا رحم وکرم کرے یا عتاب نازل کرے اُس کی عظمت کے گیت گاتے رہنا چاہیے (آسا محلہ۔۱: ۳)

شفاف اور نیلے پانی سے کنول اُگتا ہے اور لاعلمی کی کائی بھی۔ کنول دونوں میں رہتا ہے اور دونوں سے بے نیاز رہتا ہے۔ لیکن مینڈک کو کچھ خبر نہیں ہوتی۔ وہ صرف گندگی کھاتا ہے۔ وہ ہمیشہ پانی میں رہتا ہے مگر محبت سے واقف نہیں ہوتا۔ محبت سے تو بھونرا واقف ہے جو کنول کی عظمت کا راگ سنتا ہے تو اس کی رگ رگ میں کنول کی محبت سرایت کر جاتی ہے یا پھر محبت سے من کا پھول واقف ہے جو دور سے چاند کو دیکھتا ہے اور بندگی میں اپنا سر جھکا دیتا ہے۔ اس کا دل جاگتا رہتا ہے۔ امرت کی طرح میٹھے دودھ میں شہد اور شکر کا خزانہ ہوتا ہے مگر کھٹمل اُنہیں چکھتا نہیں ہے وہ تو صرف خون چوستا ہے! (مارو محلہ ۱)

ہم اپنے دل کو خوش کرنے کے لیے کروڑوں رنگ رلیاں مناتے ہیں لیکن ہماری دولت دوسرے اپنے تصرّف میں لاتے ہیں اور ہمارا تن خاک میں مل جاتا ہے اور آخر میں ہماری تمام املاک بھی خاک میں مل جاتی ہیں۔ خدا کے نام کے بغیر ہمارے من کی دھرتی صاف نہیں ہوتی ہے۔

(بلاول محلہ 1)

جو انسان دُکھ اور سُکھ کو ایک جیسا سمجھتا ہے وہ گُرو کے فضل و کرم سے موت کا مزہ نہیں چکھتا ہے۔ (رام کلی محلہ 1۔ سدھ گوشٹی ۶۱)

جُدائی کا غم ہے، بھوک اور بیماری کا غم ہے۔ اور موت کی طاقت ہے۔ اے طبیب! تُو ان میں سے کس بیماری کو شفا دے گا؟ انسان خدا کو بھول کر عیش و عشرت میں پڑ جاتا ہے اور رنج اُٹھاتا ہے۔ لیکن پاک و صاف جسم میں ہنس کی طرح پاک و صاف روح رہتی ہے اور اس روح میں پاک نام رہتا ہے جو خدا کے اوصاف کا عطر ہے۔ سچے نام کی بدولت ہی انسان کے روگ دور ہوتے ہیں اور اُسے نجات ملتی ہے۔

(ملہار محلہ 1)

نانک تمام دُنیا دکھی ہے! (رام کلی محلہ 1۔ وار)

وہی دُکھ سہتا ہے جو خدا کو بھول کر رنگ رلیاں مناتا ہے۔

(ملہار محلہ 1)

خدا کی رضا

حق و صداقت ہی ہمیں محفوظ رکھتے ہیں صرف حق و صداقت۔

(آسا محلہ 1 - ۴ : ۲)

اگر ہم ایک عورت کی طرح اپنا جسم اپنے مالک کے سپرد کر دیتے ہیں تو وہ اس سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ (سری راگ محلہ 1 - ۳ : ۲۰)

جسم کھیت ہے، اعمال بیج ہیں۔ خدا کا نام اس کی سینچائی کرتا ہے جس کے ہاتھ میں تمام دنیا کی باگ ڈور ہے۔ من کسان ہے اور جب روح میں پیڑ پھلتا پھولتا ہے تو اے انسان تو نروان حاصل کر لیتا ہے

(سری راگ محلہ 1 - ۱ : ۲۶)

مجازی دنیا بہت بڑی ریاکار ہے۔ لیکن یہ اس کو دھوکا نہیں دیتی ہے اور انا کا خنجر اُسے تکلیف نہیں پہنچاتا ہے جو خدا کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔ (سری راگ محلہ 1 . ۱ : ۳۳)

تو عقل و دانش کا تیل جو مقدس کتابوں سے حاصل کیا جاتا ہے چراغِ ذہن میں ڈال دے۔ خوفِ خدا چراغ کی بتی ہو۔ اور اسے حق و صداقت کی آگ سے روشن کرلے۔ اس طرح تیرا چراغ جلے گا تو تو اپنے خدا سے جا ملے گا۔

(سری راگ محلہ 1)

خدا کا قول دُلہن کا ہار سنگار ہوتا ہے۔ وہ اس طرح بن سنور کر اپنے آپ کو

اپنے مالک کے سپرد کر دیتی ہے اور ہاتھ جوڑ کر وہ اس کی منتظر کھڑی رہتی ہے اور پورے خلوص کے ساتھ دعا کرتی ہے۔ ایسی دُلہن ہی سچی دُلہن ہوتی ہے جس کے دل میں اپنے مالک کی محبت ہوتی ہے جو لال عروسی جوڑے سے آراستہ رہتی ہے اور اپنے مالک کے خوف میں زندہ رہتی ہے۔

(سری راگ محلہ ۱ اشٹ پد ۸ : ۲)

سچی دُلہن وہی ہے جو تفکرات سے بے نیاز ہو کر اپنے مالک کے آغوش میں سوتی ہے۔

(ایضاً)

میرے سوا سب میں بہت سی خوبیاں ہیں۔ حُسن ہے۔ لیکن میں اپنے واحد دیکھتا خدا سے محبت کرتا ہوں اور میں گرو کی ہدایت سے اسے پا لیتا ہوں اور پھر وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جاتا ہے۔

(ایضاً ۸ : ۶)

پُونجی کے بغیر بیوپاری بے سود چاروں کھونٹ میں نظر دوڑاتا ہے کیونکہ وہ یہ حقیقت نہیں جانتا ہے کہ اس کی پونجی اس کے اپنے اندر مدفون ہے۔

وہ ہمارا خدا ہمیں محبت اور توجہ کے ساتھ کسوٹی پر کستا ہے اور ہمارا امتحان لیتا ہے۔

(سری راگ محلہ ۱ اشٹ پد ۴۰ : ۷)

علم کا سُرمہ تمام خوف دور کر دیتا ہے اور تُو خدا کی محبت میں خدائے پاک و مقدس کو دیکھتا ہے۔

(سری راگ محلہ ۱ اشٹ پد ۳ : ۷)

میں ڈھونڈتا رہا اور ڈھونڈتا رہوں گا میں نے اپنے خدا کو پا لیا۔ میں اس کے خوف میں اس سے جا ملا

(ایضاً ۸ : ۷)

میں اپنے گرو سے پوچھتا ہوں۔ "براہِ کرم مجھے یہ بتائیے کہ میں آپ کے راستے پر کیسے چلوں؟" گرو کہتا ہے۔ "خدا کی حمد و ثنا سے

اپنا دل معمور رکھو۔ انا کے کرب و اضطراب کو پھونک ڈالو۔ اس طرح تم دیارِ مسرت میں اپنے خدا سے ملوگے۔ سچا خدا سچ کے ذریعہ ہی ملتا ہے۔" (سری راگ محلہ ۱ اشٹ پد ۴: ۸)

محبت سے خدا کی پرستش کے بغیر انسان کا تن صاف نہیں ہوتا۔ (ایضاً ۸: ۹)

وہ عقیدت منداس کے فضل و کرم کا سزاوار ہے جو قیدِ رسوم سے بلند و بالا ہے جو من کی دنیا سے بالاتر ہے اور جو اس علم سے بے دار ہے کہ خدا سب کچھ جانتا ہے۔ (سری راگ محلہ ۱)

حق و صداقت اور قناعت۔ یہ تیرے دو سنکھ ہونے چاہئیں۔ اگر تو اسے ہمیشہ دیکھنا چاہتا ہے تو اسے ہی اپنی اصل موسیقی بنالے۔ تیرے من میں خدا کا خوف ہی رقص کی گردش ہونا چاہیئے۔ خاک میں لوٹنے ہی سے پتہ چلتا ہے کہ تن بھی خاک ہے۔ (آسا محلہ ۱ - ۶)

اپنی خودی کا خون کر دے۔ جملہ شاستروں کا یہی نچوڑ ہے۔ اور اس طرح خدائے دوجہاں اور خدائے کامل کا ادراک حاصل کرے۔

(آسا محلہ ۱ - ۲ : ۱۱)

خدا کی راہ پر چلنے والے ہمیشہ محبت کرتے رہتے ہیں۔ اور کنول کی طرح پاکیزہ اور پاک و صاف رہتے ہیں جس کی جڑیں کیچڑ میں ہوتی ہیں مگر جو بے نیازی کے ساتھ پانی کی سطح پر جھومتا رہتا ہے۔

(آسا محلہ ۱ - ۲ : ۱۵)

اے خدا! جب تو ہی ہمارا تن من ہے تو پھر تجھ سے بقا کی درخواست کرنا تضیعِ اوقات ہے۔ (آسا محلہ ۱ دار پوڑی ۵)

جب سچا خدا دل میں بسنے لگتا ہے تو ہم حق وصداقت سے آشنا ہوتے ہیں۔ ہم جھوٹ سے اپنے تن کو پاک وصاف کر دیتے ہیں اور اسے پاکیزہ بنا دیتے ہیں۔

(آسا محلہ ۱ وار)

جب ہم حق وصداقت کو عزیز رکھتے ہیں تو ہم حق وصداقت سے آشنا ہوتے ہیں۔ (ایضاً)

ہم اُس وقت حق وصداقت سے آگاہ ہوتے ہیں جب ہماری روح راہِ خدا سے آشنا ہو جاتی ہے ہم اپنے تن کے کھیت کی کاشت کرتے ہوئے اس میں خدا کا بیج بوتے ہیں۔ (ایضاً)

جب ہمیں سچی ہدایات ملتی ہیں، جب ہم زندگی کی جانب مہربان ہوتے ہیں اور اپنا حصّہ صدق دلی سے خیرات میں دیدیتے ہیں تو پھر ہم حق وصداقت سے آشنا ہوتے ہیں۔ (ایضاً)

اگر ہم شعور کے تیرتھ استھان پر رہتے ہیں تو ہم حق وصداقت سے آشنا ہوتے ہیں اور جہاں خدا کی رضا ہوتی ہے وہیں رہتے ہیں (ایضاً)

جو سالم وثابت بیج بوتے ہیں وہ عزّ ووقار کی فصل کاٹتے ہیں لیکن شکستہ بیج کیسے اُگ سکتا ہے۔ پہلے تو بیج سالم وثابت ہونا چاہیئے اور پھر موسم سازگار ہونا چاہیئے تب کہیں جاکر بیج اُگتا ہے۔ (ایضاً)

اگر خدا کے خوف میں تن کا خام کپڑا اُبالا جائے اور انکسار کے رنگ میں اسے رنگا جائے اور عقیدت کا رنگ اس میں جذب کیا جائے تو وہ خدا کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ (آسا محلہ ۱۔ وار)

اپنی آنکھوں میں خدا کے خوف کا سُرمہ ڈال لے اور محبت کا بناؤ سنگار کر لے بس اسی طرح تُو اپنے مالک سے محبت کرنے پر سچی دُلہن

بن سکے گی۔ (ملنگ محلہ ۱ : ۴)

جا اور جا کر سچی دُلہنوں سے پوچھ کہ وہ اپنے مالک سے ہمکنار ہوئیں ؟ ان کا مالک جو کچھ بھی کرتا ہے وہ اس کی رضا کے آگے اپنا سر جھکا دیتی ہیں۔ وہ اس سے کوئی بحث نہیں کرتیں اور اس پر اپنی مرضی وارد نہیں کرتیں۔ اس کی محبت سے انسان کو مقصدِ حیات ملتا ہے۔ کیوں نہ اس کے پاؤں مضبوطی سے پکڑ لیے جائیں ؟ ہم اس کے حکم پر عمل کریں۔ اپنا جسم اور اپنا دل اس کے سپرد کر دیں اور اس طرح ہم اپنے آپ کو معطر بنا لیں۔ سچی دُلہن کہتی ہے "اے سہیلی! خدا کو پانے کا یہی راز ہے۔" (تلنگ محلہ ۱ - ۴)

من ہاتھ میں تھامنے والا رسّی کا سرا ہو۔ بے دار وجود متھنی کی ڈنڈی ہو۔ اور دہی بلونے کی آواز تیری زبان پر خدا کا نام ہو۔ اس طرح تجھے مکھن یعنی خدا کا عطا کیا ہوا آبِ حیات میسّر آئے گا۔ تیرا من صداقت کے تالاب میں ڈھلی ہوئی خدا کی بارگاہ ہو۔ اور تو عقیدت کے پھول چڑھائے اور اپنی زندگی تک اس کے لیے وقف کر دے تو اس طرح تو اپنے خدا کے وصال سے لطف اندوز ہو گا۔ (سوہی محلہ ۱ - ۱)

تو اگر قناعت اور خود ضبطی کی کشتی بنائے تو بلا روک ٹوک تو ہستی کا سمندر پار کرے گا جیسے پار کرنے کے لیے کوئی سمندر تھا ہی نہیں۔ اور نہ ہی اس سمندر کے تھپیڑے تھے۔ تیرا راستہ اس طرح آسان ہو جائے گا۔

(سوہی محلہ ۱ - ۴)

یوگیوں کا راستہ علم کا راستہ ہے۔ برہمنوں کا راستہ ویدوں کا راستہ ہے۔ کشتریوں کا راستہ شجاعت کا راستہ ہے اور شودروں کا راستہ خدمت کا راستہ ہے۔ لیکن اصل راستہ خدا کا راستہ ہے۔

جو اس راستے کے بھید سے واقف ہے نانک اس کا خادم ہے۔

وہی انسان پاک و مقدس خدا کا عکس ہے۔ (آسا محلہ ۱ وار شلوک محلہ ۲ م

رحم و کرم سُوت ہو، قناعت دھاگا ہو۔ پرہیز گاری گانٹھ ہو۔ صداقت بل ہو تو یہ ہی روح کا مقدس جنیو ہے۔ کیونکہ یہ ٹوٹتا نہیں ہے، میلا نہیں ہوتا ہے۔ ضائع نہیں جاتا ہے اور جلتا نہیں ہے (آسا محلہ ۱ وار شلوک محلہ ۱)

جو انسان اپنے من کو جسے آٹھ اعجاز آفریں طاقتیں ملی ہوئی ہیں ضابطے کا پابند بنا لیتا ہے اور اعمال کے ذریعہ خدائے بے نیاز کو اپنے دل میں بسا لیتا ہے اور اپنے اندر ہوا، پانی اور آگ پر قابو پا لیتا ہے تو اسی کے باطن میں پاک و مقدس خدا کا سچا نام جھلکنے لگتا ہے۔ (بلاول محلہ ۱ تھتی)

دانش وری کا سُرمہ تمام خوف دُور کر دیتا ہے اور انسان خدائے پاک کو دیکھتا ہے اگر انسان اپنے من کو ٹھکانے رکھتا ہے تو وہ ظاہر و نہاں خدا سے آشنا ہو جاتا ہے۔ (سری راگ محلہ ۱۔ ۷)

گھر کے اندر اور باہر من کو خوابیدہ نہیں رہنا چاہیئے

(رام کلی محلہ ۱ سدھ گوشٹی)

میرا تن درویش کی سادگی اوڑھے ہوئے ہے۔ میرا من مندر ہے۔ اور میں اپنے دل کے چشمے پر نہاتا ہوں۔ میرے من میں صرف خدا کا نام بسا ہوا ہے اس لیے میں دوبارہ کسی کی کوکھ میں نہیں پڑوں گا۔

(بلاول محلہ ۱۔ ۲)

تو اس طرح اپنا شعور اپنے خدا میں مدغم کر دے۔ اپنے تن کو کشتی بنا لے۔ اسے کھیتا ہوا سمندر کے پار لے جا۔ تیرے اندر آرزو کی آگ ہے۔ اُسے بُجھا دے۔ پھر تیرے باطن میں دانش مندی کا نور فروزاں ہوگا اور زیادہ

تابندہ ہو جائے گا۔ یہ نور تجھے اس قابل بنائے گا کہ تو ہستی کے سمندر کو پار کرلے اور تیرا من درخشاں ہو جائے اور تُو سب کچھ جان جائے۔

(رام کلی محلہ ۱ : ۷)

تو صرف حق و صداقت پر عمل کر۔ باقی تمام مشاغل بے سود ہیں۔ تیرا من صرف خدائے حقیقی سے مسحور ہونا چاہیئے۔ تیری زبان حق و صداقت کے سوا کسی اور چیز کا ذائقہ نہ چکھے۔ کیونکہ خدا کے نام کے سوا ہر چیز کا ذائقہ پھیکا ہے۔ اور جو لوگ بندۂ خدا نہیں ہوتے ہیں وہ اپنے سروں پر گناہوں کا بوجھ اُٹھائے پھرتے ہیں۔ (مارو محلہ ۱ - ۴)

جو شخص اپنے آپ کو جانتا ہے۔ خدا کو جانتا ہے اس کی روح بلند و بالا روح میں جذب ہو جاتی ہے۔ (مارو محلہ ۱ - ۵)

جو انسان بے نیاز رہتا ہے اور خواہشات سے بالاتر رہتا ہے وہ گُرو کے قول کے ذریعہ اپنے خدا کو بے خوفی میں ڈھونڈ لیتا ہے۔

بے لوث کام درخت کا تنا ہو، خدا کا نام شاخیں ہوں۔ صداقت بھوک ہو۔ باطنی علم پھل ہو۔ تحصیل اور اکتساب پتے ہوں اور ترکِ انا چھاؤں ہو تو پھر تو اپنی آنکھوں سے اپنے خدا کو دیکھتا ہے۔ اس کا کلام اپنے کانوں سے سنتا ہے اور اپنی زبان سے سچا نام ادا کرتا ہے۔ اس طرح عظمت کے اوصاف جمع ہوتے ہیں اور انسان سکون کے عالم میں اپنے خدا سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔

(راگ بسنت۔ محلہ ۱۔ چوپائی)

یم راج (ملک الموت) نے سامنے کے بال پکڑ رکھے ہیں مگر اے من تو پھر بھی بے خبر ہے۔ (تلنگ محلہ ۱ - ۱)

میری بیوی، میرا بیٹا، میرا باپ، میرا بھائی۔ کون میرا ہاتھ تھامے گا؟ جب

میں قبر میں جا پڑوں گا اور فاتحہ پڑھا جائے گا تو کوئی بھی مجھے بچانے کے لیے نہیں آئے گا۔ (راگ تلنگ محلہ 1-۱)

سچی زندگی بسر کرنے سے جو لوگ حق کو ڈھونڈ لیتے ہیں اور گرو کا ادراک و شعور حاصل کر لیتے ہیں وہ نہ تو پیدا ہوتے ہیں اور نہ ہی مرتے ہیں۔ ان کا آنا جانا ختم ہو جاتا ہے۔ (سری راگ محلہ 1-۴ : ۷۰)

اگر دلہن اپنے حقیقی مالک میں سما جاتی ہے تو وہ کبھی بیوہ نہیں ہوتی۔

(سری راگ محلہ 1- اشٹ پد ۵ : ۲)

جو آدمی اپنے آپ میں قید ہے وہ آتا اور جاتا رہتا ہے مگر بندۂ خدا ہمیشہ حق و صداقت میں موجود رہتا ہے۔ (رام کلی محلہ 1 سدھ گوشٹی)

انسان خدا کی رضا سے پیدا ہوتا ہے۔ اور جب اس کی رضا ہوتی ہے وہ چلا جاتا ہے اور اس کی رضا ہی میں جذب ہو جاتا ہے (ایضاً)

جھوٹے لوگ اس دنیا میں آتے ہیں مگر ان کو پناہ نہیں ملتی۔ دوسرے کا سہارا لے کر وہ آتے اور جاتے رہتے ہیں۔ (ایضاً)

جو گرو کے فضل و کرم سے اس کی ہدایت وصول کرتے ہیں وہ نہ پیدا ہوتے ہیں نہ مرتے ہیں۔ نہ آتے ہیں نہ جاتے ہیں۔ وہ اس جیسے ہو جاتے ہیں جس سے وہ نمودار ہوئے تھے۔ (ایضاً)

جو انسان دکھ سکھ کو ایک جیسا سمجھتے ہیں وہ گرو کے فضل و کرم سے کبھی موت کا ذائقہ نہیں چکھتے ہیں۔ (ایضاً)

جو انسان اپنی زندگی کا سفینہ گناہوں سے بھر لیتا ہے اور اس سفینے کو ہستی کے سمندر میں ڈال دیتا ہے اسے کنارا نظر نہیں آتا ہے۔ نہ بندرگاہ نظر آتی ہے نہ بادبان۔ سمندر بہت بھیانک ہے اور ملاح کوئی نہیں۔ جیو

چلانے والے بھی نہیں ہیں تاکہ وہ کشتی کو اس پار لے جائیں۔ (مارو محلہ 1۔2)
تن تو صرف مٹی ہے جس میں ہوا سنسناتی ہے۔ جب خاک خاک میں مل جاتی ہے اور ہوا ہوا میں مل جاتی ہے تو پھر کون سی ایسی چیز ہے جو مرجاتی ہے؟ منفرد شعور مرجاتا ہے۔ آدمی کی کشمکش مرجاتی ہے۔ خودی کا غرور مرجاتا ہے لیکن روح نہیں مرتی جو سب کچھ دیکھتی ہے۔ (گوری محلہ 1)

بے پید نغمہ یا نغمۂ الٰھی

تُو جس بے پید نغمہ کو سننا چاہتا ہے اُسے گُرو کی ہدایت میں سُن۔
(سری راگ محلہ 1۔2:18)

تیرا خدا اپنے نام کے ان چھڑے نغمہ میں ڈوبا ہوا ہے۔
(آسا محلہ 1۔4:8)

گُرو کی ہدایت پر غور و خوض کرتے ہوئے انسان مسرت آفریں ان چھڑی دھنیں سنتا ہے۔ (سری راگ محلہ 1)

اے خدا! تُو غارت گرہستی زمینی ہے کوئی تیری پرستش کیسے کرے؟ باطن میں بے پید تیری عظمت کا قصیدہ خواں ہے۔
(دھناسری محلہ 1 آرتی)

میں نغمۂ الٰہی سُن رہا ہوں اور میرا خوف اور میرا اتنک رفع ہوگیا ہے۔ (مارو محلہ 1)

یوگی نغمۂ الٰہی سے ہم آہنگ ہو جائے تو من بھٹکتا نہیں ہے۔ ہوائیں روتی نہیں ہیں۔ اور پانچ گہری دُھنیں اُسے بے نیاز بنا دیتی ہیں۔ ہاں خدا ہی دل کا بربط بجاتا ہے۔ (مارو محلہ 1)

نغمۂ الٰہی کی پانچ دھنوں کے ذریعہ انسان حرص و ہوس، غصہ اور انا پر بلکہ پانچوں چوروں پر قابو پا لیتا ہے اور عقل و دانش کی تلوار سے اپنے من کے ساتھ، اپنے دل کے ارمانوں کے ساتھ نبرد آزما ہو جاتا ہے اور من میں دوبارہ جذب ہو جاتا ہے۔ (مارو محلہ 1)

اگر انسان کے دل میں نغمۂ الٰہی گونجتا رہتا ہے تو پھر گرو کے فضل و کرم سے انسان لافانی خدا سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ (رام کلی محلہ 1-۳)

جب انسان کے دل میں نغمۂ الٰہی گونجتا ہے تو انسان خوف اور شکوک سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ (مارو محلہ 1۔ دکھنی)

جب انسان کا جوہر اس کے جیسے جوہر میں جذب ہو جاتا ہے تو اس کا من سیر ہو جاتا ہے اور دوئی کا احساس مٹ جاتا ہے۔ انسان اپنے من کو اپنے گھر لے آتا ہے۔ اور زندگی کی لہر اس کے اندر رہنے لگتی ہے اور دسویں دروازے کا آسمان نغمۂ الٰہی سے گونجنے لگتا ہے۔

(رام کلی محلہ 1 سدھ گوشٹی)

تو چوتھی منزل کے مکان میں بھرا ہوا نغمہ سنتا ہے! جو خدا کے خطے سے ہم آہنگ ہے پھر تو بے لطف نام پر غور کرتا ہے اور تیرے من کی آواز تیرے من ہی میں سما جاتی ہے۔ (ملہار محلہ 1)

جو لوگ محبت نہیں کرتے وہ لوگ خدا کے نام کی لذت سے ناآشنا ہیں۔ کیونکہ جو شخص خالی مکان کا مہمان ہوتا ہے وہ خالی ہاتھ ہی واپس

آتا ہے۔ (شلوک محلہ ۱ دار راگ سوہی محلہ ۳)

محبت کے پنجرے میں طوطا (من) محبت کی بات کرتا ہے۔ وہ صداقت کو کترتا ہے اور امرت پیتا ہے اور جب وہ اُڑ جاتا ہے تو پھر واپس نہیں آتا۔

(مارو محلہ ۱-۲)

صرف ایک ہی عقیدت ہے اور ایک ہی محبت ہے اور وہ ہے خدا کی عقیدت اور محبت۔ لیکن اگر دل میں خدا کا خوف نہیں ہے تو محبت محض ایک فریب ہے۔ (نسبت محلہ ۱-۳)

پاکبازوں کی صحبت

پاکبازوں کی صحبت میں انسان گرُو کو حاصل کرتا ہے جو کام دھینو[1] یعنی نجات دہندہ کی طرح ہوتا ہے۔ (سری راگ محلہ ۱-۲: ۱۲)

رشی منیوں کی صحبت کس قسم کی ہوتی ہے؟ وہ ہر وقت واحد و یکتا خدا کا نام لیتے رہتے ہیں۔ (سری راگ محلہ ۵)

اگر کوئی رشی منیوں کی صحبت میں پارسائی سے لطف اندوز ہوتا ہے تو اس سے اس میں کئی وصف پیدا ہوتے ہیں اور اس کے دل و دماغ کو سکون ملتا ہے۔

جب کسی کے چہرے پر رشی منی کے پیروں کی دھول مل دی جاتی ہے تو اس کے من کا لوہا سونے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ (رام کلی محلہ ۱ دکھنی اونکار-۳)

---

[1] آرزو پوری کرنے والی گائے۔

سنت و خدا دوست

دوست وہ ہوتے ہیں جو دوسری دنیا میں بھی ہمارے ساتھ جاتے ہیں اور جب ہم سے حساب طلب کیا جاتا ہے تو وہ ہمارے ساتھ کھڑے ہو کر ہمارے لیے حلف اٹھاتے ہیں۔ (سوہی محلہ ۱)

بندۂ خدا اپنی مرضی سے آتا اور جاتا ہے۔ (رام کلی محلہ ۱)

تَوالُدُ وتَناسُلُ

خدائے حقیقی کی جانب سے ہوا آئی۔ ہوا سے پانی آیا۔ پانی سے اُس نے تین دنیائیں تخلیق کیں اور اُس نے تمام دلوں کو اپنے نُور سے معمور کر دیا۔

(سری راگ محلہ ۱)

بے نیازی

جس طرح پانی میں کنول بے نیاز رہتا ہے۔ اور جس طرح ہنس ندی میں لاپرواہی سے تیرتا ہے اسی طرح خدا کے نام سے آہنگ ہو کر انسان ہستی کے سمندر کو پار کر لیتا ہے۔ وہ شخص جو بے نیاز ہو کر زندگی بسر کرتا ہے اور واحد و یکتا خدا کو اپنے من میں بسا لیتا ہے اور اُمیدوں کے جھرمٹ میں رہتے ہوئے امید ترک کر دیتا ہے اور جو اُسے دیکھتا ہے جو دکھائی نہیں دیتا اور جس کی کوئی تھاہ نہیں ہے نانک اس کا بندہ ہے۔ (رام کلی محلہ ۱ سدھ گوشٹی)

بُری صُحبت

چور، ناجائز عاشق، بیسوائیں اور دلال ایک دوسرے کی صحبت میں رہتے ہیں۔

جس طرح لامذہب لوگ ایک ہی پیالے میں سے کھاتے ہیں۔ وہ خدا کی تعریف سے واقف نہیں ہیں کیونکہ ان کے اندر بدی بسی ہوئی ہے۔ اگر گدھے کے جسم پر صندل مل دیا جائے تو پھر بھی وہ مٹی میں لوٹے گا۔

(شلوک محلہ ۱ راگ سوہی کی وار محلہ ۳)

رسم ورواج

وہ مقدّس کتابیں پڑھتے ہیں۔ پوجا کرتے ہیں اور پھر لڑتے ہیں۔ وہ زرد مال اور پتھروں کی پرستش کرتے ہیں اور پھر بگلوں کی طرح جھوٹی سرمستی میں مگن ہو جاتے ہیں۔ ان کا جسم پارسائی سے آراستہ ہوتا ہے مگر ان کے منہ میں جھوٹ ہوتا ہے۔ وہ دن میں تین مرتبہ گائتری منتر کی لائینوں کا جاپ کرتے ہیں ان کی گردن میں مالا ہوتی ہے۔ ان کے ماتھے پر کیسر کا ٹیکہ ہوتا ہے۔ ان کی کمر میں ان سلی لنگوٹی ہوتی ہے اور ان کے سروں پر ٹوپی ہوتی ہے لیکن اگر وہ اپنے بھگوان کی نوعیت اور فطرت سے واقف ہوتے تو وہ ان رسوم کو جھوٹی رسوم سمجھتے (ایضاً)

خدا کی حمد وثنا ہی مقدس زنّار ہے۔ (ایضاً)

آدم خور پانچ بار نماز ادا کرتے ہیں۔ اور جو چھری لہراتے ہیں جنیو پہنتے ہیں۔ ان کے ماتھے پر کیسر کا ٹیکہ ہوتا ہے۔ ان کے کولھوں پر ان سلی لنگوٹی ہوتی ہے لیکن ان کے ہاتھ میں چھری ہوتی ہے۔ یہ لوگ دنیا کا گلا کاٹنے والے ہوتے ہیں۔ (ایضاً)

اندر سے جھوٹے اور باہر سے باعزّت۔ اگر ایسی ہی ریاکاری دنیا میں کسی کا طور طریقہ ہے تو پھر اس کا میل جاتا نہیں ہے۔ چاہے وہ ۶۸ تیرتھ استھانوں پر جاکر کیوں نہ نہائے۔ وہ لوگ جن کا دل ریشم کی طرح نرم اور ملائم ہوتا ہے انھوں نے چاہے چیتھڑے ہی کیوں نہ پہن رکھے ہوں ایسے لوگ ہیں جن پر اس دنیا

میں فضل و کرم کی بارش ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی محبت سے ہم آہنگ ہوتے ہیں اور اپنے خدا کا جلوہ ہی دیکھتے ہیں۔ وہ اپنے خدا کے سوا کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ خدا ان کو جو کچھ دیتا ہے کھاتے ہیں اور اسی کے دروازے پر اس کی بخشش اور عطا کے منتظر رہتے ہیں۔ (ایضاً)

ہم سالوں تک بڑی بڑی وزنی اور مقدس کتابیں پڑھتے رہتے ہیں اور زندگی بھر پڑھتے رہتے ہیں لیکن ہمارا خدا صرف ایک ہی چیز کو قابلِ توجہ سمجھتا ہے اور وہ ہے ہمارا دل۔ باقی سب کچھ بے سود باتیں ہیں۔ (آسا محلہ 1 وار)

ہٹھ یوگ سے آرزو پر قابو پانے سے جسم گھس جاتا ہے۔ برت اور کفارہ سے من پر قابو نہیں پایا جاتا۔ (رام کلی محلہ 1-۵)

تیرتھ استھانوں پر گھومنے سے انسان اپنے دکھوں سے نجات حاصل نہیں کرتا۔ (رام کلی محلہ 1-۶)

اگر کوئی اپنے لباس ہلکے بادامی رنگ میں رنگتا ہے اور پرہیزگار کا امتیازی چغہ پہنتا ہے اور اپنا اصل لباس پھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ اور چغہ پہن لیتا ہے اور اسے سکے بٹورنے کے لیے پھیلا دیتا ہے۔ گھر گھر جا کر بھیک مانگتا ہے مگر دوسروں کو عقل و دانش سکھاتا ہے۔ اس کا من اندھا ہوتا ہے۔ وہ اس طرح اپنی تمام عزت کھو بیٹھتا ہے۔ اس کا دل تنک سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ وہ خدا کے نام پر غور نہیں کرتا اور اس طرح اپنی زندگی جوئے میں ہار جاتا ہے۔ (مارو محلہ 1-۷)

اَنانِیّت

جب کوئی اپنے اندر انا کا پتہ لگا لیتا ہے تو وہ سمجھ جاتا ہے کہ نجات کا دروازہ کہاں ہے۔ (ایضاً۔ شلوک محلہ 1)

انا، حرص و طمع اور خود ارادیت کے نشہ میں چور دُلہن فریب میں مبتلا رہتی ہے اور اس طرح لاعلم دُلہن، اپنے دُولہا کو ڈھونڈ نہیں پاتی ہے۔
(تلنگ محلہ 1 - ۳)

انانیت پسند لوگوں کا دل پاگل کی طرح شکوک سے بھرا رہتا ہے۔
(بلاول محلہ 1 - ۴)

تن، دولت اور عورتوں کی محبت انا کا مظہر ہے۔ خدا کے نام کے سوا کوئی بھی چیز آدمی کے ساتھ نہیں جاتی ہے۔ (رام کلی محلہ 1 - ۶)

کسی پر بہتان نہ لگاؤ۔ کسی کو بھڑ کاؤ نہیں۔ کسی کو اُکساؤ نہیں۔ کیونکہ جو انانیت پسند اس طرح کرتا ہے وہ اندھا اور لاعلم ہے۔
(انار کلی محلہ 1 دکھنی اونکار ۱۳)

توازن اور قناعت کے مکان میں رہنے والا انا کی لعنت سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ رام کلی محلہ 1 سدھ گوشٹی)

جس کی خودی مر جاتی ہے وہ ہمہ دان ہوتا ہے۔ (ایضاً)

وحدت کے احساس ہی سے دنیا وجود میں آئی۔ (ایضاً)

گرُو سے ملاقات کے بغیر انسان انا کے دھوئیں میں ملفوف رہتا ہے

(ایضاً)

بندۂ خدا اپنی انا کو خاموش کر دینے سے اپنے من پر فتح پاتا ہے۔ (ایضاً)

انا ہی ہمارے جنم مرن کا سبب ہے۔ گناہ کی روح درداں ہے۔

(ایضاً)

اُسے ہی زندگی میں نجات ملتی ہے جو اپنی انا سے چھٹکارا پا لیتا ہے۔

(مارو محلہ ۱)

جب کوئی انسان انا اور "میری۔ میری" کے احساس سے کام لیتا ہے تو وہ امید و آرزو کی رَو میں بہہ جاتا ہے اور وہ حقیقۃً فریب کی خاک اور زہر کے سوا اپنے ساتھ کچھ نہیں لے جاتا۔ (مارو محلہ ۱-۱۰)

کون مرتا ہے۔ اور کون غارت گر ہے اور کون ہے جو آتا جاتا رہتا ہے؟ کون ہے جو ابدی مسرّت سے ہم کنار ہوتا ہے اور کس کا ضمیر خدا میں سمویا ہوا ہے؟ انا سے آدمی مرتا ہے۔ "میری" کا احساس غارت گر ہے۔ یہ ہوا کا دریا ہے جو ہر انسان کو آگے ہی آگے بہائے لیے جا رہا ہے۔

لیکن انسان کی جستجو اس وقت پُرسکون ہو جاتی ہے جب خدا کا نام اس کی رگ رگ میں سرایت کر جاتا ہے۔ (شلوک محلہ ۱ وار مارو محلہ ۳)

جہاں بھی "میں" ہے وہاں خدا نہیں ہوتا۔ اور جب تو میرے اندر موجود ہوتا ہے تو "میں" نہیں ہوتا ہوں۔ (شلوک محلہ ۱ مارو کی وار محلہ ۳)

"میں" کے احساس ہی سے دنیا میں اختلاف ہے۔

(رام کلی محلہ ۱ سدھ گوشٹی)

کُلیّہ

حسن اور دولت بے برگ و بار پیڑ کی جھاڑو کی طرح ہیں۔

(دھنا سری محلہ ۱-۳)

دُنیا آنی جانی مایا ہے۔ اے میرے من! اس حقیقت کو اپنی گرہ میں باندھ لے۔ (راگ تلنگ۔ محلہ ۱-۱)

دُنیا سمندر کی لہروں اور بجلی کی چمکوں کی طرح ہے۔ یہ آکر چلی جاتی ہے۔

(آسا محلہ ۱ ۵)

جدھر بھی میں دیکھتا ہوں روح اور مادّے کا اتحاد دیکھتا ہوں جس کی تخلیق میں ہمارا خدا موجود ہے۔ (سری راگ محلہ ۱-۴ : ۸)

دُنیا ایک تماشا ہے۔ ایک خواب ہے۔ ایک لمحہ میں یہ سارا تماشا ختم ہو جاتا ہے۔ (سری راگ محلہ ۱-۳ : ۱۱)

یہ دُنیا کیسا مقام ہے۔ اگر یہ پائدار ہو تو رہنے کے لیے حقیقی مقام ثابت ہو۔ (سری راگ محلہ ۱ اشٹ پدا ۳:)

آسمان اور زمین فنا ہو جائیں گے صرف واحد دیکتا خدا رہے گا۔ سورج اور دن۔ چاند اور رات اور اربوں ستارے فنا ہو جائیں گے لیکن واحد دیکتا خدا کی اقامت گاہ ہمیشہ کے لیے اور دائمی طور پر قائم رہے گی۔

(ایضاً۔ ۸-: ۱۷)

جب زندگی کی فصل پک جاتی ہے تو چشم زدن میں تباہ ہو جاتی ہے پھر کوئی ہستی و نیستی پر کیسے فخر کر سکتا ہے؟ (سری راگ محلہ 1۔ بہرہ ۴: ۲)

تیرے جہاں سچے ہیں۔ تیری کائنات حقیقی ہے۔ تیرے خطے سچے ہیں اور وہ تشکیل سچی ہے جسے تو تخلیق کرتا ہے۔ (آسا محلہ 1 وار شلوک محلہ 1)

یہ دُنیا خدائے صادق کی بارگاہ ہے اور اس میں خدائے صادق ہی رہتا ہے۔ (ایضاً شلوک محلہ ۔ ۲)

نانک۔ زندگی کی دُنیا تخلیق کرنے، اس میں اپنے نام کا پودا لگانے سے خدا نے اُسے اپنے ابدی قانون کا مظہر بنا دیا۔

گرو کے فضل و کرم سے میں اپنے اندر تمام دنیا کی جھلک دیکھتا ہوں اور میں امن و سکون سے بیٹھا ہوا صداقت کے ساتھ اس سے نپٹتا ہوں۔

(رام کلی 1 سِدھ گوشٹی)

خدائے پاک و مقدس پنہاں تھا وہ خود ہی ظاہر ہو گیا۔ وہ بے وصف تھا مگر خود ہی اس نے اپنے آپ کو اوصاف عطا کر دیے (ایضاً)

ہمارے خدائے صادق نے بندۂ خدا کے لیے ہی دنیا قائم کی۔

(ایضاً)

حُسن اور املاک صرف چند روزہ ہیں۔ لیکن اگر کوئی خدا کے نام سے فیضیاب ہو جائے تو پھر اس کی باطنی ظلمت بھی منوّر ہو جاتی ہے۔

(بلاول محلہ 1 ۔ ۳)

دُنیا ایک چوپایہ ہے۔ انا قصناب ہے۔ خدا نے دنیا پیدا کرنے کے بعد اسے آزاد چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جو چاہے سو کرے۔

(رام کلی محلہ 1 سدھ گوشٹی ۶۸)

یہ دُنیا خواہشات کا گھر ہے اور جو کوئی بھی اس میں رہتا ہے وہ انا کی آگ سے جل جاتا ہے۔ (مارو محلہ 1 - ۱۱

دُنیا کی چراگاہ میں انسان صرف چند روز گزارتا ہے۔ اور زناریکی میں ملفوف ہو کر کھیلتا ہے۔ اور شعبدہ گر کی طرح شعبدے دکھاتا ہے جیسے کوئی خواب میں بڑبڑا رہا ہو۔ (مارو محلہ 1 - ۱ - ۳)

جس طرح رہٹ کی زنجیر سے ٹنگی ہوئی بالٹیاں گھومتی ہیں۔ ایک بھر جاتی ہے اور دوسری خالی ہو جاتی ہے بالکل اسی طرح ہمارا خدا تماشا دکھاتا ہے۔ وہ اپنی حیرت انگیز عظمت کے مطابق عمل کرتا ہے۔

(پربھاتی محلہ 1 - ۲)

دُنیا مٹی کی طرح ہے۔ اگر کوئی مٹی کا بیوپار کرتا ہے تو اسے راکھ ملتی ہے۔ یہ جسم بھی مٹی ہے اور جب روح پرواز کر جاتی ہے انسان خاک میں لوٹتا ہے۔ (شلوک محلہ 1۔ سارنگ کی وار محلہ ۴ - ۲)

شگون

انسان شبھ دنوں کا حساب رکھتا ہے لیکن یہ نہیں سوچتا ہے کہ ہمارا قادرِ مطلق دبرتر ان سب باتوں سے بلند ہے۔

(رام کلی محلہ 1 - ۴)

ابتدا

اربوں سالوں تک افراتفری کے سوا کچھ بھی نہیں تھا ۔ نہ زمین تھی ۔ نہ آسمان تھا ۔ صرف ایک لامحدود رضا تھی ۔ نہ دن تھا ۔ نہ رات تھی ۔ نہ سورج تھا ۔ نہ چاند تھا ۔ اور خدا وجد مطلق کے عالم میں تھا ۔ نہ تخلیق کے چار سرچشمے تھے ۔ نہ تقریر کے مخزن تھے ۔ نہ ہوا تھی ۔ نہ پانی تھا ۔ نہ پیدائش تھی نہ موت ۔ نہ آنا تھا نہ جانا تھا ۔ نہ دنیا کی تقسیم تھی ۔ نہ پاتال تھا ۔ نہ سات سمندر تھے ۔ نہ دریا اور ندیاں تھیں ۔ اُس وقت نہ آسمان تھا نہ زمین تھی ۔ نہ دُنیا تھی ۔ نہ پاتال تھا ۔ نہ خطے تھے ۔ نہ وقت تھا نہ موت تھی ۔ نہ ہستی تھی نہ نیستی تھی ۔ نہ جنت تھی نہ دوزخ تھی ۔ نہ برہما ، وشنو اور شو کی تثلیث تھی ۔ قادر مطلق کے سوا کوئی بھی نہیں تھا ۔ نہ مرد تھا ۔ نہ عورت تھی ۔ نہ ذات پات تھی ۔ نہ مقام تھا ۔ نہ دکھ تھا نہ سکھ تھا ۔ نہ پرہیزگار تھے ۔ نہ سخی تھے ۔ نہ ہنرمند تھے ۔ نہ جستجو کرنے والے تھے ۔ نہ رنگ رلیاں منانے والے تھے نہ یوگی تھے ۔ نہ جنگم تھے نہ ناتھ تھے ۔ نہ کوئی فرقہ تھا نہ کوئی مسلک تھا ۔ نہ پرہیزگار تھے نہ مفکر تھے ۔ نہ ضبطِ نفس کے شائق تھے ۔ نہ پجاری تھے اور نہ ہی روزہ دار تھے ۔ کوئی بھی یہ کہنے والا نہیں تھا ۔ "کوئی اور بھی ہے" ۔ صرف خدا ہی قطعی مسرت میں سرشار تھا اور خود ہی وہ اپنی عظمت کی داد دینے والا تھا ۔ (مارو محلہ ۱ : ۱۵)

چار یُگ (یعنی چار زمانے)

نانک! روح سے معمور انسانی جسم کے لیے ایک رتھ ہے اور ایک رتھ بان ہے۔ ہر زمانے میں وہ تبدیل ہو جاتے ہیں۔ لیکن دانش مند ہی یہ سب باتیں جانتا ہے۔ ستیہ یُگ میں قناعت رتھ ہے۔ دھرم رتھ بان ہے۔ ترتیا یُگ میں پارسائی رتھ ہے اور قوت اسے چلاتی ہے۔ دواپر یُگ میں زہد رتھ ہے اور سخاوت اسے چلانے والی قوت ہے۔ کلجگ میں رتھ آگ کا دریا ہے اسے مکر و فریب چلاتے ہیں۔ (آسا محلہ 1۔ وار)

عورت

ہمیں عورت نے جنم دیا ہے۔ ہم عورت کی کوکھ میں پڑتے ہیں۔ ہم عورت سے سگائی کرتے ہیں۔ عورت سے شادی کرتے ہیں۔ عورت ہماری رفیق ہوتی ہے۔ عورت سے خاندان ظہور میں آتا ہے اور عورت کی بدولت ہی دُنیا سے ہمارا رشتہ قائم رہتا ہے۔ عورت کو ایک بدی کیسے کہنا چاہیے جو بادشاہوں اور تمام انسانوں کو جنم دیتی ہے۔ عورت سے عورت بھی پیدا

ہوتی ہے۔ خدائے واحد دیکتا کے سوا عورت کے بغیر کوئی بھی نہیں۔

(آسا۔ محلہ 1۔ وار)

خانہ داری

دنیا کی آلائشوں کے درمیان جو انسان خدائے پاک ومقدس میں رہتا ہے وہ یوگ کا سچا راستہ حاصل کرتا ہے۔ (سوہی محلہ 1)

دُنیا میں انسان کو اس طرح رہنا چاہیے جس طرح بے نیازی کے ساتھ کنول پانی میں رہتا ہے یا ہنس ندی میں رہتا ہے۔

(رام کلی محلہ 1 سدھ گوشٹی)

آواگون

گُرو کے فضل و کرم کے بغیر آدمی جنم لیتا اور مرتا رہتا ہے۔

(رام کلی محلہ 1 سدھ گوشٹی)

سچّی زندگی بسر کرنے سے جو لوگ سچائی کو ڈھونڈ لیتے ہیں اور گرو کی ذہانت حاصل کرتے ہیں وہ نہ جنم لیتے ہیں اور نہ ہی مرتے ہیں۔ ان کا آنا جانا ختم

ہو جاتا ہے۔ (سری راگ محلہ ۱ - ۴ - ۱۴)

بندۂ خدا اپنی مرضی سے آتا اور چلا جاتا ہے۔ (رام کلی محلہ ۱)

انا کا رشتہ یہ ہے کہ ہم عورت کی کوکھ میں پڑتے ہیں۔

(آسا محلہ ۱ وار شلوک محلہ ۲)

اے انا۔ تو ہمارے جنم مرن کا سبب ہے اور تو گناہ کی روح رواں ہے۔ (رام کلی محلہ ۱ سدھ گوشٹی)

انسان کا جنم بیش بہا ہے۔ جو خدا سے لَو لگاتے ہیں اسے پا لیتے ہیں۔

(سوہی محلہ ۱ کافی ۲)

مَن

تیرے دل و دماغ میں جواہرات ہیں، مونگے ہیں، موتی ہیں اور ہیرے ہیں۔ (سری راگ محلہ ۱ - ۴ : ۲)

دانا اور عاقل انسان کس قسم کا ہوتا ہے؟ جو اپنے آپ کو جانتا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔ (سری راگ محلہ ۱ - ۴ : ۳۰)

اگر تیرا من غلیظ ہے تو تیرا جسم بھی غلیظ ہے اور تیری زبان بھی۔

(سری راگ اشٹ پد محلہ ۱ - ۱ : ۵)

اے میرے مَن! اپنے مالک سے اس طرح محبت کر جس طرح مچھلی پانی سے محبت کرتی ہے۔ پانی جتنا زیادہ ہوتا ہے اتنی ہی وہ مسرور و شادماں

ہوتی ہے اور اس کے جسم اور دماغ میں امن وسکون ہوتا ہے۔ اے میرے من اپنے مالک سے اس طرح محبت کر جس طرح چاترک پرندہ بارش سے محبت کرتا ہے۔ تمام تالاب لبا لب بھر جاتے ہیں اور زمین پر سبزہ بچھ جاتا ہے لیکن وہ مقدس قطرے کے لیے تڑپتا رہتا ہے۔ اے میرے من اپنے مالک سے اس طرح محبت کر جس طرح پانی دودھ سے محبت کرتا ہے۔ وہ حرارت برداشت کرتا ہے لیکن دودھ کی حفاظت کرتا ہے۔ (سری راگ محلہ 1 اشٹ پد ۴۔ ۲: ۱۱)

گھڑے میں پانی رہتا ہے لیکن کیا پانی کے بغیر گھڑے کو کوئی شکل عطا کی جا سکی ہے؟ من کو عقل ودانش سے قابو میں رکھا جا سکتا ہے لیکن گرو کی ذہانت وفراست کے بغیر من کو کیسے سنبھالا جا سکتا ہے۔ (آسا محلہ 1 وار)

اگر من اپنے لیے اجنبی ہو جاتا ہے تو پھر ساری دنیا اس سے الگ ہو جاتی ہے۔

(سوہی محلہ 1۔ ۵)

جب من من سے مطمئن ہو جاتا ہے تو پھر انسان کی انا کے پرخچے اُڑ جاتے ہیں اور انسان بھٹکنا بند کر دیتا ہے۔ (گوری محلہ 1)

اگر کوئی انسان بے ثمر بے خودی میں اپنے من پر قابو پاتا ہے تو پھر من کا ہنس اُدھر باہر نہیں جاتا اور وقت کی دیوار بھی نہیں گرتی۔

(رام کلی محلہ 1 سدھ گوشٹی)

جسم گودام ہے اور من پھیری لگانے والا ہے۔ پُرسکون من ہی حق وصداقت کا بیوپار کرتا ہے۔ (ایضاً)

جب کوئی انسانی جسم اور دل نہیں تھا تو من بے نیازی کے ساتھ قادرِ مطلق میں رہتا تھا۔ (ایضاً)

بندۂ خدا اپنی انا کو خاموش اور بے حس کر دینے سے اپنے من پر فتح

پاتا ہے۔ (ایضاً)

مَن جس سمت میں رہنمائی کرتا ہے تن اسی سمت میں جاتا ہے۔ یہ مَن کبھی گناہ کی طرف اور کبھی نیکی کی طرف لے جاتا ہے۔ (بلاول محلہ 1۔ ۲)

اگر کوئی اپنے مَن کو باضابطہ بنا دیتا ہے جس سے آٹھ نفسیاتی قوتیں حاصل ہوتی ہیں اور نیک اعمال کے ذریعہ خدائے صادق سے لو لگاتا ہے جو ہمیشہ بے نیاز رہتا ہے اور ہوا، پانی اور آگ سے پیدا ہونے والے مذاق ترک کر دیتا ہے تو پھر اس کے دل میں خدائے پاک و مقدس اور سچا نام بسنے لگتا ہے۔ پھر اس سے انسان کا من ہم آہنگ ہو جاتا ہے اور پھر موت اُسے ہڑپ نہیں کرتی ہے۔ (بلاول محلہ 1 تھتی)

مَن بہت چنچل ہے۔ اس پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔ اور ضعیف الاعتقادی سے بدی کی ہری پتیاں کھاتا ہے۔ جب انسان اپنے من میں خدا کے کنول جیسے پاؤں چھوتا ہے تو وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے اور اعلیٰ درجہ کے شعور وادراک کی حالت میں رہتا ہے۔ (رام کلی محلہ 1 دکھنی اونکار ۲۳)

جسم بھٹی ہے جس میں من کا لوہا ڈھالا جاتا ہے اور پانچ اقسام کی آگ سے تپایا جاتا ہے۔ گناہوں کے کوئلے تفکرات کے چمٹے سے جمع کیے جاتے ہیں اور مَن جلتا ہے۔ (مارو 1۔ ۳)

اگر کوئی مَن کے سانپ کو ٹوکری میں بند کر دیتا ہے تو اس کا زہر جاتا نہیں ہے۔ (مارو محلہ 1۔ ۲)

اے میرے مَن! تُو اس دنیا میں کیا لایا ہے اور اس دنیا سے کیا لے جائے گا؟ اے میرے مَن جب تُو شک و شبہ سے چھٹکارا پا لیتا ہے تو نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ (ٹکمکڑی محلہ 1)

مَن بڑا چنچل ہے اس لیے یہ خدا کی وسعت کو نہیں جانتا ہے۔

(بسنت محلہ 1 - ۴)

من اَن تھک طور پر مایا کے پیچھے اُڑتا رہتا ہے۔ آسمان میں پرندے کی طرح لیکن گُرو کی ہدایت کی بدولت اندر چھُپے ہوئے پانچ چوروں پر قابو پانے سے ہی جسم کی مقدس بستی میں سکون کا نغمہ گونجتا ہے۔

(پربھاتی محلہ 1 - ۱۰)

عالمِ آخرت

جس کا محافظ گُرو خدا ہو اس سے عالمِ آخرت میں حساب نہیں مانگا جاتا۔

(سری راگ محلہ 1۔ اشٹ پد ۲ : ۱۵)

دوسری دنیا میں صرف نیک اعمال ہی شمار کیے جاتے ہیں۔ بدی کرنے والے کو زدوکوب کیا جاتا ہے اور وہ آہ وزاری کرتا ہے لیکن اس کے نالے سننے والا کون ہوتا ہے؟ اندھے من نے اپنی زندگی بے کار گنوا دی ہے۔

(آسا محلہ 1 وار پوڑی ۳)

عالمِ آخرت میں ذات پات اور طاقت کسی کام نہیں آتی ہیں کیونکہ عالمِ خدا میں ایک نیا انسان جنم لیتا ہے۔ خدا کی نظر میں جن لوگوں کی عزت ہے وہی باعزت انسان ہوتے ہیں۔

(آسا محلہ 1 وار)

آدمی یہاں اپنی مرضی کے مطابق حکم دیتا ہے لیکن وہاں وہ ایک تنگ

راستہ سے گزرتا ہے اور اسے جہنم میں ننگے جایا جاتا ہے اور وہ خوف سے لرز اٹھتا ہے۔ (ایضاً)

عالمِ آخرت میں انسان کو آگ کا دریا پار کرنا پڑتا ہے جس کے شعلے بڑے زہریلے ہوتے ہیں۔ کسی کا کوئی رفیقِ سفر نہیں ہوتا۔ آگ کا سمندر شعلہ ریز رہتا ہے اور اس کے شعلے آسمان کو چھوتے ہیں۔ انانیت پسند کو اس میں ڈال دیا جاتا ہے اور وہ اُس میں جل بھُن کر رہ جاتا ہے۔

(مارو محلہ 1 - ٦)

نشانات اور علامات

خدا کے سچے نام کے بغیر کیسر کا ٹیکہ یا مقدس جنیو کیا ہیں؟

(آسا محلہ 1- وار شلوک محلہ 1)

جو زیادہ پوشاکوں اور امتیازی نشانات کے شائق ہوتے ہیں ان کا جسم زیادہ دُکھ پاتا ہے۔ اے زندگی یہ سب کچھ تیرا اپنا کیا دھرا ہے۔

(آسا محلہ 1- شلوک محلہ 1)

جنّت اور جہنّم

جھوٹے کو کہیں پناہ نہیں ملی۔ ان کے چہروں پر کالک پوت دی جاتی ہے اوران کو جہنم میں لے جایا جاتا ہے۔ (آسا محلہ 1 وار پوڑی ۲)

اے خدا تیرا نام ہے۔"بے پیکر۔بے صورت!" جو تیرا نام لیتا ہے وہ دوزخ میں نہیں جاتا ہے۔ (آسا محلہ 1 وار پوڑی ۵)

خودی سے آدمی جنت یا جہنم میں جاتا ہے۔ (آسا محلہ 1 وار شلوک محلہ 1)

تیرتھ یاترا

جسے دھوکا نہیں دیا جا سکتا اُسے تیرتھ استھانوں پر اشنان کرنے سے یا خیرات سے یا علم سے یا غسل سے دھوکا کیسے دیا جا سکتا ہے۔

(سوہی محلہ 1۔ ۵)

تُو دل میں بدی لے کر اور چوروں کا جسم لے کر تیرتھ استھانوں پر اشنان کرنے کے لیے جاتا ہے۔ اس طرح تیرا ایک حصّہ تو دُھل جاتا ہے مگر دوسرے حصّے دُگنے غلاظت آلود ہو جاتے ہیں۔ باہر سے تو تُو بنی کی طرح دُھل جاتا

ہے لیکن تیرے اندر زہر بھرا رہتا ہے۔ درویش نہائے بغیر اس کے فضل و کرم سے لطف اندوز ہوتا ہے چور تو نہانے کے بعد بھی چور رہتا ہے۔
(شلوک محلہ 1 راگ سوہی دار محلہ ۳)

روزہ اور خوراک

قناعت پسند لوگ اپنے مالک کی خدمت کرتے ہیں۔ وہ خدائے صادق کے سوا کسی کو یاد نہیں کرتے۔ وہ گناہ کی سرزمین پر اپنے قدم نہیں رکھتے اور اُسی بات پر عمل کرتے ہیں جو نیک اور مقدس ہوتی ہے۔ وہ اپنے دنیاوی بندھن توڑ دیتے ہیں اور بہت کم کھاتے ہیں (آسا محلہ 1 وار یوڑی)

جب کوئی فاقہ کشی کرتا ہے تو زبان کا ذائقہ بھول جاتا ہے اور دوئی کی محبت میں انسان بہت رنج اُٹھاتا ہے۔ (آسا محلہ 1 دار محلہ 1)

اناج دیوتا ہے۔ پانی، ہوا، آگ اور نمک بھی دیوتا ہے۔ اور جب کوئی خوراک میں گھی یعنی چوتھے دیوتا کو ملاتا ہے تو وہ اور بھی زیادہ خالص ہوجاتا ہے۔ (آسا محلہ 1۔ دار۔ شلوک محلہ 1)

ہم جو چیز بھی کھاتے اور پیتے ہیں خالص ہوتی ہے کیونکہ خدا نے رحم و کرم سے یہ چیزیں ہمیں بخشی ہیں۔ (آسا محلہ 1 دار)

اے دوست! وہ خوراک اور وہ عشرت بے سود ہے جس سے جسم میں درد اُٹھتا ہے یا جس سے دماغ میں گناہ کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ (سری راگ محلہ 1)

نروان یا نجات

اُس شخص کو نہ بھوک لگتی ہے نہ پیاس اور اس کا من اپنے سے خوش رہتا ہے. جو ہر دل میں خدائے دوجہاں اور بے نیاز خدا کو ڈھونڈتا ہے۔

(مارو محلہ 1 دکھنی)

جس طرح پانی میں کنول یا ندی میں ہنس بے نیازانہ رہتا ہے اُسی طرح انسان مادّی وجود کے سمندر کو پار کرتا ہے۔ اپنے من میں واحد و یکتا خدا کو بسا لینے سے اور امیدوں کے درمیان رہ کر امید کو ترک کر دینے سے وہ خدا کے نام سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔

(رام کلی محلہ 1 سدھ گوشٹی)

بندۂ خدا کو ہمیشہ کے لیے نجات مل جاتی ہے (ایضاً)

جب انسان تین طریقہ ہائے کار پر قابو پا لیتا ہے تو پھر وہ ایسی چیز کھاتا ہے جو کھائی نہیں جاتی۔ اس وقت نانک نجات دہندہ نجات دلا دیتا ہے۔

(ایضاً)

وہ جو اپنے من کو مار لیتا ہے اور خدا کا نام لیتا ہوا ہمیشہ بیدار رہتا ہے صرف اُسے ہی نجات ملتی ہے۔

حقیقی گُرو سے ملے بغیر انسان کو نجات نہیں ملتی ہے۔

(ایضاً)

انسان

انسان کا جنم بیش بہا ہے۔ صرف وہی لوگ خدا کو پاتے ہیں جو اس سے لو لگاتے ہیں۔ (سوہی محلہ 1 کافی ۱: ۳)

نانک کہتا ہے: ”خدا جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ انسان کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے“۔ (سری راگ محلہ 1 اشٹ پد ۳: ۴)

تیرے اندر بھگوان کا جو مندر ہے وہ بہت ہی خوبصورت ہے۔ اس خالق نے ہی اسے بنایا ہے۔ (سری راگ محلہ 1 اشٹ پد)

خدا نے اپنے نام کا پودا ہمارے اندر لگا کر ہمارے تن کو اپنے قانون کا اظہار بنا دیا۔ (آسا محلہ 1۔ وار پوڑی ۲)

نوا بھی حیرت انگیز ہے۔ عقل و خرد بھی حیرت انگیز ہے۔ زندگی بھی حیرت انگیز ہے۔ امتیازات حیرت انگیز ہیں۔ شکل و صورت دلربا ہے۔ رنگ دلفریب ہے۔ وہ مخلوق بھی خوبصورت ہے جو برہنہ پھرتی ہے۔ ہوا بھی دلفریب ہے۔ پانی بھی دل کش ہے۔ آگ بھی حیرت انگیز ہے جو کئی معجزے دکھاتی ہے۔ زمین بھی دل کش ہے اور انواع بھی دل کش ہیں۔ وہ لذتیں بھی دلربا ہیں جو زندگی کو لبھاتی ہیں۔ وصال بھی دلفریب ہے اور فراق بھی۔ بھوک بھی دلربا ہے اور تجربہ بھی۔ تعریف و توصیف بھی دلفریب ہے اور قصیدہ بھی۔ رہ گذر بھی دل کش ہے اور آوارہ سری بھی۔ قربت بھی حیرت انگیز ہے اور

دُوری بھی ۔ حال میں اس کی موجودگی بھی دلرُبا ہے ۔ اے حیرت زدہ انسان! کیا میں عجوبے ہی عجوبے دیکھتا رہوں گا ۔ لیکن مقدّر کامل ہی سے انسان کو اس سوال کا جواب ملتا ہے ۔ (آسا محلہ 1 وار شلوک محلہ 1)

اے لاعلم دُلہن! یہ حُسن کس کام کا ہے جب مالک کو یہ پسند ہی نہیں آتا ہے ۔ (تلنگ محلہ 1 ۔ ۴)

تیرے ساتھ جو جسم آتا ہے وہ آخر میں تیرا ساتھ چھوڑ جاتا ہے ۔ تیرا باپ ۔ تیری ماں ۔ تیرے بیٹے ۔ اور تیرے رشتہ دار! تُو کس سے پیار کرتا ہے ۔ جب تیرے جسم سے تیری روح نکل جاتی ہے وہ تجھے شعلوں میں جھونک دیتے ہیں ۔ (تلنگ محلہ 1 ۔ ۲)

جسم ایک پیڑ ہے ۔ من ایک شگوفہ ہے ۔ پانچ حواس دوسرے شگوفے ہیں ۔ وہ خدا سے مل کر اس کی خوشبو حاصل کرتے ہیں اور پھر وہ کسی جال میں نہیں پھنستے ۔ جو لوگ اپنی خواہش کا پھل ڈھونڈنے کے لیے تیزی سے اُڑتے ہیں اُن کے پر کتر دیے جاتے ہیں اور وہ گناہوں کے وسیع جال میں جا گرتے ہیں ۔

(رام کلی محلہ 1 دکھنی اونکار ۳۳)

جسم مٹی کا لوندا ہے ۔ ریت کی فریب کار دیوار ۔ پھر اے انسان تو خدا کے نام سے وصف و کمال کیوں نہیں حاصل کرتا ہے ۔

(مارو محلہ 1 ۔ ۱۱)

توازن

ہنس جیسے رشی منی امرت کی جھیل کو چھوڑ کر نہیں جاتے ہیں۔ وہ محبت کرنے والی پرستش کے ساتھ اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔

(دھناسری محلہ 1۔ اشٹ پد ۸)

خدا کا ادراک رکھنے والے لوگ اسے عقیدت کے ساتھ توازن کی حالت میں یاد کرتے ہیں۔ (ایضاً)

صرف وہی اپنے خدا سے جا ملتا ہے جو اس سے توازن کی حالت میں ملتا ہے۔ وہ قادرِ مطلق کا جوہر حاصل کر لیتا ہے۔ پھر وہ کسی دوسرے راستہ پر نہیں جاتا ہے۔ اور وہ جو کچھ بھی ڈھونڈتا ہے اسے مل جاتا ہے۔

(رام کلی محلہ 1 سدھ گوشٹی ۲۳)

جب انسان بے ثمر وجدان میں اپنے من پر قابو پا لیتا ہے تو اس کے من کا ہنس باہر اُڑ کر نہیں جاتا ہے اور وقت کی دیوار گرتی نہیں ہے۔

(رام کلی محلہ 1 سدھ گوشٹی)

مایا (مجاز)

جو شخص مایا کے نشہ میں چور رہتا ہے اور خدا کا نام لینا چھوڑ دیتا ہے اُسے کبھی سکون میسر نہیں آتا ہے۔ گُرو کی پُر محبت پرستش کرنے سے ہی ابدی راحت ملتی ہے۔ (وہ ہنس کی طرح، کوّے کی طرح۔ گدھے، بلّی اور چوپایہ کی طرح اور گھناؤنے چنڈال اور اچھوت کی طرح ہے)۔ (بلاول محلہ ۱-۲)

آدمی کے دل میں مایا نہیں مرتی ہے، من کو سکون میسر نہیں آتا ہے اور خواہشات کا سمندر اربوں لہروں کے ساتھ ٹھاٹھیں مارتا ہے جیسے وہ شراب کے نشے میں چور ہو۔ لیکن باطنی حق و صداقت کی رہنمائی سے جسم کا سفینہ بپھرے ہوئے سمندر پر ڈوبتا نہیں ہے اور کنارے پر جا لگتا ہے۔ (مارو محلہ ۱-۹)

سونا چاندی سب فریب ہیں اور ایک دن وہ خاک میں مِل جاتے ہیں۔

(مارو محلہ ۱-۵)

مایا کے پجاری کو چوراسی لاکھ زندگیوں کے جہنم سے گزرنا پڑتا ہے اور اُسے اپنے عمل کا پھل ملتا ہے۔ (مارو محلہ ۱-۸)

مایا کا پجاری فریب کے پیچھے بھاگتا ہے۔ (مارو محلہ ۱-۹)

جب مایا کسی انسان سے لپٹ جاتی ہے تو پھر وہ اس پر قابو نہیں پا سکتا۔ سچا گُرو ہی اُس کے مَن میں خدا کا نام بسا کر اُسے بچا سکتا ہے۔ (پربھاتی محلہ ۱)

عمل، آزادی اور لطف و کرم

جیسا کسی کا شعور ہوتا ہے ویسا ہی وہ راستہ اختیار کرتا ہے۔
(سری راگ محلہ 1۔ ۱: ۳۰)

لطف و کرم میرا خاندان ہے۔ (سری راگ محلہ 1۔ ۴: ۷)

جب ہمارا تن حق و صداقت سے مطمئن ہو جاتا ہے تو ہم پر خدا کا فضل و کرم ہوتا ہے۔ (سری راگ محلہ 1۔ ۴: ۱۵)

نانک اگر مالک کی رضا ہو تو کوا ہنس بن جاتا ہے۔ (سری راگ وار شلوک محلہ 1)

وہ تحفہ کس کام کا ہے جو ہمیں اپنی کوششوں سے ملتا ہے؟ نانک۔ لطف و کرم وہی ہے جو خدا ارحم و کرم سے ہمیں عطا کرتا ہے (آسا محلہ 1 وار شلوک ۲)

اے خدا! تو اپنے بچوں سے کیوں کر ناراض ہو سکتا ہے کیونکہ جب تو ان کا ہے تو وہ تیرے ہیں۔ (سری راگ محلہ 1)

انسان جو اچھے اور بُرے عمل کرتا ہے اُن کا صلہ بھی ویسا ہی ملتا ہے (وار آسا محلہ 1)

دوستو! خدا کا لکھا ہوا کبھی مٹ نہیں سکتا۔ (رام کلی محلہ 1)

مَن ایک کاغذ ہے جس پر سیاہی سے ہمارے اچھے اور بُرے اعمال لکھے ہوئے ہیں۔ ہمارے ماضی نے جو عادتیں ڈھالی ہیں ان کے تاثرات بھی اس کاغذ پر موجود ہیں لیکن خدا کے اوصاف اَن گنت ہیں۔ ۔ ۔ ۔ گرو سے ملاقات ہونے پر دھات کا میل بھی سونا بن جاتا ہے کیونکہ وہ ہمیں بھگوان کا امرت

جیسا نام عطا کرتا ہے۔ اور تن کی آگ بجھ جاتی ہے۔ (مارو محلہ 1)

رُوح اور رُوحِ بزرگ و برتر

کرشن دیوتاؤں کا دیوتا ہو سکتا ہے لیکن اس سے بھی بلند انسان کی خودی ہے۔ یعنی اس کی روح۔ (آسا محلہ 1 وار شلوک محلہ ۲)

جب انسان اپنے آپ کو اپنی ذات کے سپرد کر دیتا ہے تو مسرور و شاداں ہوتا ہے۔ راکھ بن جاتا ہے اور اس کی روح اس سے جدا ہو جاتی ہے۔

(آسا محلہ 1 وار پوڑی ۵)

یہ روح جنم جنم بھٹکتی رہی اور پھر گرو نے اسے خدا کے نام میں مدغم کر دیا۔

(آسا محلہ 1 وار پوڑی ۴)

پاک و صاف جسم میں ہنس کی طرح پاک و صاف روح اور اس میں خدا کا نام یعنی بے نیاز خدا کا جوہر رہتا ہے۔ وہ نام دکھ پی جاتا ہے جیسے وہ شیریں لذتیں ہوں اور انسان پھر کبھی دکھ نہیں اُٹھاتا۔ (مارو محلہ 1۔ ۱۴)

جسم اور روح ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ مگر روح ایک یوگی کی طرح بے نیاز ہے اور تن ایک خوبصورت عورت کی طرح ہے۔ روح ان لذتوں سے لطف اندوز ہوتی ہے اور پھر وہ پرواز کر جاتی ہے اور ایسا کرتے ہوئے وہ اپنی دلہن کی صلاح نہیں لیتی ہے۔ (مارو محلہ 1۔ ۸)

خدا روح میں رہتا ہے اور روح خدا میں رہتی ہے۔ (بھیرو محلہ 1)

منفرد شعور مرجاتا ہے۔ کشمکش مٹ جاتی ہے۔ خودی کا غرور فنا ہو جاتا ہے لیکن روح نہیں مرتی ہے جو سب کچھ دیکھتی ہے۔ (گوری محلہ 1)

قطرہ سمندر میں جا ملتا ہے لہٰذا قطرے میں سمند رہی ہے۔ (رام کلی محلہ 1)

حقیقی یوگ

صرف وہی یوگی ہے جو اپنے راستے کو پہچانتا ہے۔ (دھناسری محلہ 1۔ ۷)

یوگ پیوند لگے ہوئے چغہ میں نہیں ہے۔ یوگی کی لاٹھی میں نہیں ہے۔ انگ بھبھوت رمانے میں نہیں ہے۔ کانوں میں بالیاں پہننے میں نہیں ہے۔ سر منڈانے میں نہیں ہے۔ سنکھ بجانے میں نہیں ہے۔ وابستگیوں میں بھی اگر کوئی بے نیاز رہتا ہے تو وہ یوگ کے حقیقی مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے۔ صرف باتیں کرنے سے کوئی یوگی نہیں بن جاتا ہے۔ جو تمام تخلیق کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے وہی سچا یوگی ہے۔ یوگ مزاروں پر یا شمشان گھاٹوں میں بیٹھنے میں نہیں ہے۔ جھوٹے وجد وکیف میں غلطاں رہنے میں بھی نہیں ہے۔ یوگ جہاں گردی میں بھی نہیں ہے اور تیرتھ استھانوں پر نہانے میں بھی نہیں ہے۔ اگر انسان وابستگیوں میں بھی بے نیاز رہتا ہے تو وہ یوگ کا حقیقی مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ (سوہی محلہ 1۔ ۸)

نانک کہتا ہے" تو جیتے جی مرجا۔ ایسا یوگ اپنا کہ سنکھ کو پھونکنا نہ پڑے اور سنکھ بج اٹھے اور انسان بے خوفی کی حالت میں پہنچ جائے۔ جو انسان وابستگیوں کے درمیان بھی بے نیاز رہتا ہے یوگ کا رتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ (ایضاً)

پرارتھنا (عبادت)

اے بھگوان! مجھ میں کوئی وصف نہیں ہے۔ میں تجھے حاصل کروں تو کیسے کروں؟ نہ میں حسین ہوں۔ نہ میری آنکھوں میں چمک ہے۔ نہ میرا کوئی خاندان ہے۔ نہ میں مہذب ہوں اور نہ ہی میری زبان میں مٹھاس ہے۔ نہ مجھے ادراک حاصل ہے۔ نہ میں ذہین ہوں۔ میں لاعلم ہوں۔ کم عقل ہوں۔ اے مالک! مجھ پر اپنا فضل وکرم کر آج میں تیرے قدموں پہ پڑا ہوں۔ میری ہوشیاری اور چالاکی کس کام کی ہے اگر تُو مجھ سے پیار نہیں کرتا ہے۔ میں فریب میں مبتلا ہوں۔ شکوک نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ جب میں اپنی خودی کو ترک کر دیتا ہوں تو تجھ میں جا ملتا ہوں اور تیری دُلہن بن جاتا ہوں۔ اور مجھے اس دھرتی کے تمام نئے خزانے مل جاتے ہیں۔ میں جنم جنم تجھ سے جُدا رہا اور رنج اٹھاتا رہا۔ اے خدا میرا ہاتھ تھام لے۔ اے میرے محبوب، میرے خدا میرے شہنشاہ!

(سوہی محلہ 1 اشٹ پدی)

اے مالک! سیم و زر بہت مسرت آفریں ہوتے ہیں۔ ہیرے اور جواہرات بھی۔ یہ تیرے تحائف ضرور ہیں مگر میں ان سے پیار کرتا ہوں تجھ سے نہیں۔ مٹی سے جو حویلیاں بنائی جاتی ہیں اور نقشین پتھروں سے بنائی جاتی ہیں وہ اپنی شان و شوکت سے میرے دل کو بھلاتی ہیں لیکن میں اپنے محبوب کے پاس نہیں بیٹھتا ہوں۔ میرے سر پہ جو آسمان ہے اُس میں عصرو زمانہ کی چڑیاں چنچنی

جلاتی ہیں اور میرے سر پر سفید بالوں کے بگلے آ بیٹھے ہیں۔ میں حقیقی گھر کی جانب روانہ ہونے کے لیے تیار بیٹھا ہوں۔ اے خدا۔ میں تیرے سامنے کیسے جاؤں گا؟ سوتے میں شبِ زندگی موت کی سحر میں تبدیل ہو گئی اور میں راستہ سے بھٹک کر تجھ سے جدا ہو گیا۔ اب دکھ درد میری پناہ گاہ ہیں۔ تو سب اوصاف کا مالک ہے خدا! اور میں بے وصف ہوں۔ اے مالک۔ تجھ سے نانک کی یہی پرارتھنا ہے۔" تو نے ان تمام راتوں میں اپنی دلہنوں کو اپنی ہمدمی عطا کی ہے۔ لیکن میرے لیے ایسی کوئی رات نہیں؟"

(سوہی محلہ 1۔ کوچہ جی)

اے میرے مالک جب تو میرے تو ساتھ ہوتا ہے تو مجھے سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔ تو میرا مالک ہے۔ میرا خزانہ ہے۔ جب تو مجھ میں موجود ہوتا ہے تو مجھے امن و سکون میسّر آتا ہے۔ جب تُو میرے دل میں آتا ہے تو مجھ پر لطف و کرم ہوتا ہے۔ اگر تیری یہی رضا ہے تو مجھے شاہ بنا دے یا گداگر بنا دے جو دنیا سے بے نیاز ہو جائے۔ تیری رضا سے دل کے آسمان میں سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہے۔ تیری رضا سے ہم مادی وجود کا سمندر پار کرتے ہیں۔ تیری رضا سے ہمارا بوجھ عین منجدھار میں ہمارے سر سے اتر جاتا ہے۔ تیری رضا ہی سے میں تجھے ہر رنگ میں دیکھتا ہوں۔ میرے دل میں تیری تعریف و توصیف سرایت کر جاتی ہے۔ اے مالک تو تمام اوصاف کا خزانہ ہے۔ تیری رضا ہی سے میں تجھے خوفناک پاتا ہوں اور میں جنم مرن کے چکر میں جکڑا جاتا ہوں۔ اے میرے لامحدود لاثانی خدا تجھے دیکھ کر میں اپنے آپ کو تیرے حوالے کر دیتا ہوں۔ میں کیا مانگوں۔ میں کیا کہوں۔ مجھے تیری بھوک ہے۔ تیری پیاس ہے۔

(سوہی محلہ 1 ساچا جی)

ہندوستان کی حکومت نے مرکزی وزارتِ تعلیم میں نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کو ۱۹۵۷ء میں ایک خودمختار ادارے کی حیثیت سے اس خیال کو مدِنظر رکھتے ہوئے قایم کیا تھا کہ یہ اوّلین طور پر اچھے ادب کی تخلیق کرے گا اور اچھے ادب کی اشاعت کی حوصلہ افزائی کرے گا اور اس قسم کا ادب لوگوں کے لیے مناسب قیمتوں پر فراہم کرے گا۔

ہندوستان کی مختلف زبانوں میں منتخب موضوعات پر کتابوں کی اشاعت کا کام اپنے ذمے لینے کے علاوہ نیشنل بک ٹرسٹ کی سرگرمیوں میں یہ کام بھی شامل ہیں: کتابوں کی نمائش منظم کرنا اور ہندوستان میں کتابوں کی تصنیف، کتابوں کے ترجمہ، ان کی اشاعت اور تقسیم سے متعلق مسائل پر مذاکروں کا اہتمام کرنا تاکہ ایسی فضا پیدا کی جائے جس میں زیادہ سے زیادہ لوگ کتابیں پڑھنے کی جانب راغب ہوں۔

نیشنل بک ٹرسٹ نے اس وقت تک ۲۵۰ سے زیادہ کتابیں مختلف ہندوستانی زبانوں میں شائع کی ہیں۔ ٹرسٹ کے موجودہ اشاعتی پروگرام میں کتابوں کے حسبِ ذیل سلسلے شامل ہیں:

۱۔ بھارت۔ سرزمین اور لوگ: اس سلسلۂ مطبوعات کا مقصد یہ ہے کہ معمولی تعلیمی استعداد رکھنے والے لوگوں کے لیے جو فن و تکنیک سے شناسا نہیں ہوتے ہیں ملک کے تمام پہلوؤں کی واقفیت سے متعلق کتابیں مہیا کی جائیں۔

۲۔ قومی سوانحمری: اس سلسلۂ مطبوعات کا مقصد یہ ہے کہ تقریباً ایک سو کتابوں کے مجموعہ میں ان نامور شخصیتوں کی سوانح عمریاں پیش کی جائیں جن کو مادرِ ہند نے وقتاً فوقتاً مختلف میدانوں میں جنم دیا۔

۳۔ عام فہم سائنس: اس سلسلۂ مطبوعات کا مقصد یہ ہے کہ عام لوگوں کے لیے سائنس کے فروغ اور ارتقا کا اور روزمرّہ کی زندگی میں سائنس کی اہمیت کا ایک خاکہ فراہم کیا جائے۔

۴۔ عام فہم تاریخ: اس سلسلۂ مطبوعات کو اس انداز سے مرتب کیا گیا ہے کہ قابلِ مطالعہ کتابوں کی صورت میں نہ صرف عام لوگوں کے لیے ہندوستان کی تاریخ بلکہ دنیا کے دیگر ملکوں کی تاریخ بھی مہیا کی جائے۔

۵۔ دنیا کی ممتاز ترین کتابیں: اس سلسلۂ مطبوعات کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کی مختلف زبانوں میں عام لوگوں کے لیے ان کتابوں کے آسان تراجم فراہم کیے جائیں جنھوں نے مختلف میدانوں میں عالمی فکر و خیال میں نمایاں حصّہ ادا کیا ہے۔ نیشنل بک ٹرسٹ یہ کام بھی اپنے ذمہ لیتا ہے کہ وہ ان ممتاز ترین تخلیقات سے متعلق خاص کتابیں شایع کرتا ہے جو مطبوعہ صورت میں دستیاب نہیں ہیں اور ٹرسٹ خصوصی اہمیت کے حامل نئے مسودات بھی شایع کرتا ہے۔

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

کی

اردو میں شائع کردہ کتابیں

بھارت سرزمین اور لوگ

۱ آبادی

ایس۔ این اگروال ——— (مترجم مخمور جالندھری)

قیمت پانچ روپے پچیس پیسے ۔ صفحات ۶۰

قومی سوانح حیات کا سلسلہ

۲ کبیر

ڈاکٹر پارس ناتھ تِواری ——— (مترجم ایم۔ کے درّانی)

قیمت دو روپے پچاس پیسے ۔ صفحات ۶

۳ پنڈت وشنو دگمبر

ڈی۔ آر۔ آٹھاولے ——— (مترجم ش۔ ا۔ قدوائی)

قیمت دو روپے پچیس پیسے ۔ صفحات ۲

۴ اکبر

لارنیس بنین ——— (مترجم رضیہ سجاد ظہیر)

قیمت تین روپے پچاس پیسے ——— صفحات ۱۰۸

متفرق کتب

۵ عظیم باغی

ڈینس کنکیڈ ——— (مترجم پرماتما سرن)

قیمت چھ روپے پچیس پیسے ——— صفحات ۲۴۸

۶ گاندھی کا ہندوستان

کثرت میں وحدت قیمت دو روپے پچیس پیسے ——— صفحات ۹۶

انتخاب کنندہ: نیشنل کمیٹی گاندھی صدی کی سب کمیٹی برائے قومی یک جہتی

ڈسٹری بیوٹرس: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی

صدر دفتر
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

شاخ
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
اردو بازار دہلی ۶

شاخ
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
پرنسس بلڈنگ بمبئی ۳

شاخ
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
شمشاد مارکیٹ علیگڈھ

۷ بھارت آج اور کل

جواہر لال نہرو ——— (مترجم عبداللطیف اعظمی)

قیمت ۵، پیسے ——— صفحے: ۴۸

۸ کلکی یا تہذیب کا مستقبل

رادھا کرشنن ——— (مترجم سیّد احتشام حسین)

قیمت ۵، پیسے ——— صفحے: ۷۲

۹ سائنس کے چند پہلو

سی. وی. رامن ——— (مترجم سیّد حسین)

قیمت ایک روپیہ پچیس پیسے ——— صفحے: ۱۲۸

۱۰ جوالا مکھی

اننت گوپال شیوڈے ——— (مترجم محمد حسن)

قیمت ۲ روپے پچاس پیسے ——— صفحے: ۲۵۸

۱۱ ہندوستانی ڈراما

صفدر آہ ——— قیمت تین روپے پچھتّر پیسے — صفحے: ۲۴۰

۱۲ ہندوستان میں تعلیم کی از سر نو تنظیم

ذاکر حسین ——— (مترجم عابد حسین)

قیمت ایک روپیہ پچیس پیسے ——— صفحے: ۸۸

۱۳ دو شہروں کی کہانی

چارلس ڈکنس ——— (مترجم فضل الرحمٰن)

قیمت پانچ روپے ——— صفحے: ۶۴۸

ڈسٹری بیوٹرس

پبلیکیشن ڈویژن پٹیالہ ہاؤس نئی دہلی